صرف احمدی نوجوانوں کے لئے

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

ماہنامہ خالد ربوہ

اپریل ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

پسرِ مسیح دیکھو تم کو بُلا رہا ہے!

کیا آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشاد پر لبّیک کہتے ہوئے...

- دعوت اِلی اللہ کے کام میں حصّہ لیا؟
- عالمِ اسلام پر چھائے ہوئے مصائب کے ازالہ کے لیئے درود شریف اور دیگر دُعاؤں کا کثرت سے وِرد کیا؟
- بوسنیا کے مظلوم بھائیوں کے فنڈ میں چندہ ادا کیا؟
- صومالیہ کے قحط زدگان کے لیئے کوئی رقم ادا کی؟
- سٹیلائٹ کے ذریعہ براہِ راست خطبات کی تحریک میں مالی تعاون کیا؟
- اگر آپ ابھی تک اِن حَسنات سے محروم ہوں تو آج ہی اِن میں حصّہ لیں اور خیر و برکت سمیٹ لیں۔

۱۹۹۳ء انسانی بہبود کا سال

اِس سال مطمحِ نظر یہ رکھیں کہ انسان کو انسانیت کے آداب سکھائیں۔

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ یکم جنوری ۱۹۹۳ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

اپریل 1993ء

شہادت 1372 ہش

جلد 40 شمارہ 6 قیمت 4 روپے

*

ایڈیٹر سید مبشر احمد ایاز

*

پبلشر۔ مبارک احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد
دارالصدر جنوبی ربوہ

اس شمارے میں آپ کے لئے

اداریہ 2

ارشادات امام 5

ارکان نماز کی حکمت — مکرم عطاء المجیب راشد صاحب 7

حضرت نوحؑ — مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب 11

حضرت مصعب بن عمیرؓ — مکرم حافظ مظفر احمد صاحب 18

حضرت مولوی محمد حسین صاحب 27

دنیائے کھیل 34

کے علاوہ

حاصل مطالعہ، نصاب امتحانات خدام الاحمدیہ، واقفین نو کے متعلق حضور کے اہم ارشادات اور ایک خوبصورت غزل

اداریہ

ع جان و مال و آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں

بوسنیا کے مظلوم بھائیوں کی مدد کے لیئے آگے بڑھیں!

چالیس ہزار کی آبادی پر مشتمل گاؤں کو نرغہ میں لے کر گھر گھر جا کر ان کے مرد و زن کو قتل کیا گیا۔ گاؤں کے گاؤں ویران کر دیئے گئے۔ 20 ہزار سے زائد مسلمان عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ ہزاروں معصوم بچوں کو ان کے والدین کے سامنے آگ کے تنوروں میں پھینکا گیا اور ہزاروں مسلمانوں کو انتہائی بربریت سے قتل کر کے ان کی تڑپتی ہوئی لاشوں کو اکٹھا کر کے پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی اور لٹے پٹے قافلوں پر جو موت سے بچ کر زندگی کی تلاش میں بھاگے جا رہے ہوتے ان پر بمباری کر کے ان کو قتل کیا گیا۔ یہ اس قیامت صغریٰ کے مناظر کے بارے میں چند خبریں ہیں جو ظلم کرنے والے بھی ساری دنیا میں نشر کر رہے ہیں۔ امن اور انصاف کا نام لینے والے بھیڑیوں اور ان درندوں کی درندگی کا نشانہ بننے والی یہ ایک اور مسلمان قوم ہے جو بوسنیا کی رہائشی ہے۔

ایک سال سے زائد عرصہ سے ایک مسلمان ریاست بوسنیا کے مسلمان باشندوں پر وحشت و درندگی کا جو کھیل کھیلا جا رہا ہے وہ کسی قیامت سے کم نہیں اور جو انسان کے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ بیس ہزار سے زائد مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور لاکھوں افراد کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔ ان لوگوں کو آگ کے جلتے ہوئے تنوروں میں پھینکا گیا، ان کے سامنے ان کے معصوم بچوں کو ذبح کیا گیا۔ ان کی عورتوں کی عصمت دری کی گئی اور پھر انتہائی بے بسی کے عالم میں ان مظلوموں اور مقتولوں کی لاشوں پر پٹرول ڈال کر آگ لگا دی گئی۔ یہ ایک واقعہ نہیں مسلمانوں کے خون سے یہ ہولی روز کھیلی جا رہی ہے۔ لیکن ان وحشتناک نظاروں اور حیوانوں اور درندوں سے بھی بدتر سلوک کے یہ منظر دیکھنے کے باوجود دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں میں سے کسی کا دل نہیں پسیجا۔

امریکہ جو نام نہاد نیو ورلڈ آرڈر کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔ جس نے بچوں جیسے آتے بہانے بنا کر پہلے عراق پر ساری دنیا کی فوجیں چڑھا دیں تھیں کہ عراق کے مسلمانوں نے کویت کے مسلمانوں پر ظلم کیا ہے (جو بعد میں اس طرح ثابت بھی نہیں ہو سکا جس طرح پیش کیا گیا تھا) آج انتہائی ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمال درجہ کی بے حسی کا ثبوت دے رہا ہے۔ اور تو اور بیس سے زائد مسلمان حکومتیں باوجود سب کچھ ہونے کے ان کے سر پر جوں نہیں رینگی۔ وہ شاید اپنے اللوں تللوں میں مصروف ہیں۔ عیاشیوں اور مال و دولت نے ان کی آنکھیں اتنی مخمور کر دی ہوئی ہیں کہ انہیں اپنے ہی بھائیوں کی تڑپتی ہوئی لاشیں اور اپنی ہی ماؤں بہنوں کی دریدہ چادریں نظر نہیں آ رہیں۔ مغرب کے خداوندوں کے احکامات اور ان کے عطاء کردہ سکوں کی کھنکھناہٹ نے ان کے کانوں کو ان معصوم بچوں اور بیوہ سہاگنوں کی دلدوز چیخوں کے سننے سے محروم کر دیا ہوا ہے۔

بوسنیا کی مسلمان قوم پر ایک ایسی قیامت ٹوٹ پڑی ہے جس نے ہلاکو اور چنگیز خان اور ہٹلر کے مظالم اور وحشت و بربریت کو بھی شرمندہ کر کے رکھ دیا ہے (لیکن آج کوئی حجاج بن یوسف پیدا نہیں ہو رہا جس نے چند لٹی ہوئی عورتوں کی ایک پکار سن کر ایک لشکر عظیم ان کی مدد کو روانہ کیا اور ان ظالموں کو ان کے ظلم کا مزا چکھا دیا تھا)۔

آج عالم اسلام اتنا بے حس ہو چکا ہے کہ اس کو محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ بلیغ ارشاد بھی یاد نہیں رہا کہ تمام مسلمان آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں۔ اگر جسم کے ایک حصہ کو کوئی تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے چین اور بے قرار ہو جاتا ہے۔

اور بوسنیا کے ظلموں اور وحشتناک اور ہولناک مناظر دیکھ لیں۔ باقی سارا عالم ایک فالج زدہ جسم کی طرح بے حس و حرکت دکھائی دے رہا ہے۔ بوسنیا کے میدانِ کربلا میں جو قیامت ٹوٹ رہی ہے آج کوئی بھی اس کے غم کا اظہار نہیں کر رہا اور مظلوموں کی مدد کو آگے نہیں آرہا۔ بوسنیا میں تو ہزاروں بے گناہ مردوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔ وہاں تو ہزاروں بے گناہ عورتوں کے سروں پر سے چادریں اتار کر پھینکی جا رہی ہیں اور ان کو بے حرمت کیا جا رہا ہے۔ بوسنیا میں ایک نہیں ہزاروں معصوم بچوں کو ذبح کیا جا رہا ہے اور بے بسی کے عالم میں وہ "المدد المدد" پکار رہے ہیں لیکن کوئی نہیں جو ان کی مدد کے لئے بے چین ہو کر اٹھے اور ان کی ڈھارس بندھائے۔

ہاں ساری دنیا میں سیٹلائٹ کے ذریعہ جمعہ کے روز ایک بے چین دل کی آواز سنائی دیتی ہے جو بوسنیا کے مظلوم اور بے کسوں کے لئے ایک مضطرب دل کے ساتھ جہاں تک ہو سکے اور جتنا ہو سکے ان کے لئے مدد اور تعاون کی اپیل کر رہا ہے اور وہ ہے عالمگیر جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آواز اور جس کی آواز کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں موجود ایک کروڑ احمدی جانثاروں کی آواز آپ کی اطاعت و فرمانبرداری میں شامل ہے۔

جماعت احمدیہ کے امام کی دلِ مضطرب کی دعائیں بوسنیا کے مظلوموں کی ڈھارس بندھا رہی ہیں اور امام جماعت احمدیہ نے جوان بھائیوں کے لئے تحریک کی ہے ایک مرتبہ پھر اسی کے متعلق احباب جماعت کو یاددہانی کروانا مقصود ہے کہ سب سے اول تو اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد...... کا ورد کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھتے ہوئے خدا تعالیٰ کو اسی کے محبوب اور پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر محمدؐ کی آل پر نظر رحمت فرمانے کی دعائیں کریں۔ دعا سے بڑا اور اس سے زیادہ کارگر اور مؤثر ہتھیار اور کوئی نہیں ہے۔ مسیح پاک کے غلاموں کی یہی دعائیں ہیں جو دجالیت کے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں گی اور کبرِ نمرود کا سر انہیں دعاؤں کے ذریعہ ایک مرتبہ پھر توڑا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

پھر اس کے بعد ہر احمدی مرد و زن اور نوجوان یہ جائزہ لیں کہ پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ نے بوسنیا کے لئے مالی جہاد میں کیا کچھ پیش کیا ہے۔ انہیں نئے اور گرم کپڑوں کی ضرورت ہے۔ پس اپنے بھائیوں اور بہنوں اور بزرگوں اور معصوم بچوں کے لئے خوبصورت اور نئے کپڑوں کے تحفے نظام جماعت کی معرفت ارسال کریں۔ مالی امداد جہاں تک ہو سکے کریں۔ مالی قربانی کے لئے جماعت احمدیہ کا ایک اپنا قابل تقلید معیار ہے اور خدا کے فضل سے آپ نے

اس معیار کو قائم رکھتے ہوئے مالی قربانی میں آگے سے آگے بڑھنا ہے۔ ہمارے مردوں نے بھی اور ہماری عورتوں نے بھی۔ ہماری عورتوں کو اس عورت کی قربانی کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا جس کا ذکر حضرت امام جماعت احمدیہ نے (5 مارچ 93ء کے خطبہ جمعہ میں) فرمایا تھا کہ اس نے پہلے حضور کی اسی تحریک میں سارا زیور پیش کر دیا اور پھر کہیں سے اسے چوڑیوں اور ایک سیٹ کا تحفہ ملا تو وہ بھی حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ تو ایک مثال تھی۔ خدا کے فضل سے ایک نہیں، دو نہیں سینکڑوں ہزاروں مرد و زن ایسے ہیں جن کی مالی قربانیاں بزرگان سلف کی قربانیوں کو زندہ کرتی ہیں اور رہتی دنیا تک ایک نیک نمونہ کے طور پر یادگار رہنے والی ہیں۔ پس اس معیار کی قربانی پیش کریں اور ہر احمدی کو اس میں شامل ہونے کی تلقین کریں۔

اور مالی قربانی کے معاملہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ ارشاد سامنے رکھتے ہوئے اپنا مال خدا کے حضور پیش کر دیں کہ:-

جان و مال و آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ.... فرماتے ہیں:-

"دنیا جائے گزشتنی گزاشتنی ہے اور جب انسان ایک ضروری وقت میں ایک نیک کام کے بجا لانے میں پوری کوشش نہیں کرتا تو پھر وہ گیا ہوا وقت ہاتھ نہیں آتا...... اور جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا۔ میں امید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آجائے گی بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی۔ پس چاہیئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے.......

یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوششوں سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجا لائے گی۔ تم یقیناً سمجھو یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے....." (تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ 54)

پس اپنے مظلوم بوسنین بھائیوں کو ہر رنگ میں مدد پہنچائیں تاکہ ان مظلوم اور مہاجر بوسنین کے دل محسوس کریں کہ ان سے محبت کرنے والا اور ان سے پیار کرنے والا ایک دل ہے جو امام جماعت احمدیہ کا دل ہے۔ جس میں تمام احمدی عالم کی نمائندگی ہو رہی ہے۔ جس میں بے پناہ محبت اور رحمت اور شفقت ہے ان مظلوموں کے لئے۔ اور ہم سب نے محبت کے یہ سلیقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے ہیں جو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے اور ایک بار پھر پیارے آقا کے ارشاد کی روشنی میں توجہ دلانا مقصود ہے کہ رحمۃ اللعالمین پر کثرت سے درود شریف بھیجیں اور دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ عالم اسلام کے دکھوں اور مصیبتوں سے اس کو نجات بخشے۔ آمین

اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد و علیٰ آلِ محمّد کما صلّیت علیٰ ابراہیم و علیٰ آلِ ابراہیم انّک حمید مّجید.

خُدا کی قائم کردہ قیادت کے انکار کا نتیجہ

عالمگیر جماعت احمدیہ کے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے

اِرشادات

"میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ادبار اور تنزل کا دور اور یہ بار بار کے مصائب حقیقت میں حضرت اقدس مسیح موعود.... کے انکار کا نتیجہ ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے اور آخری پیغام میرا یہی ہے کہ وقت کے امام کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ خدا نے جس کو بھیجا ہے اس کو قبول کرو۔ وہی ہے جو تمہاری سربراہی کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس کے بغیر اس سے علیحدہ ہو کر تم ایک ایسے جسم کی طرح ہو جس کا سر باقی نہ رہا ہو۔ بظاہر جان ہو اور عضو پھڑک رہے ہوں بلکہ درد اور تکلیف سے بہت زیادہ پھڑک رہے ہوں لیکن وہ سر موجود نہ ہو جس کو خدا نے اس جسم کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ پس واپس لوٹو اور خدا کی قائم کردہ اس سیادت سے اپنا تعلق باندھو۔ خدا کی قائم کردہ قیادت کے انکار کے بعد تمہارے لئے کوئی امن اور فلاح کی راہ باقی نہیں ہے۔ اس لئے دکھوں کا زمانہ لمبا ہو گیا۔ واپس آؤ اور توبہ اور استغفار سے کام لو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ خواہ معاملات کتنے بھی بگڑ چکے ہوں اگر آج تم خدا کی قائم کردہ قیادت کے سامنے سر تسلیم خم کر لو تو نہ صرف یہ کہ دنیا کے لحاظ سے تم ایک عظیم طاقت کے طور پر ابھرو گے، بلکہ تمام دنیا میں اسلام کے غلبہ نو کی ایسی عظیم تحریک چلے گی کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 3 اگست 1990ء بحوالہ "خلیج کا بحران اور نظام جہان نو" صفحہ 11)

(مُرسلہ:۔ خلیل احمد ناصر۔ باغبانپورہ گوجرانوالہ)

ہر احمدی کو وہ دل اپنے سینے میں داخل کرنا چاہیئے

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بوسنیا کے مسلمانوں پر ظلم وستم کے خلاف جماعت احمدیہ کو تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

''احمدیوں کو میں اس سلسلہ میں توجہ دلاتا ہوں جو مجھے اطلاعیں مل رہی ہیں ابھی تک پورا اس قدر بے چینی کا اظہار ہر جگہ نہیں ہوا جو میں سمجھتا ہوں کہ ہونا چاہیئے۔ جتنی زیادہ تکلیف ہے اس کا عشر عشیر بھی ہمارے احمدیوں کو بھی نہیں پتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس لئے سارے یورپ کی جماعتیں اور مغرب کی جماعتیں جن تک میری آواز پہنچی ہے ان کو میں توجہ دلاتا ہوں کہ خدا کے حضور آپ لوگ بری الذمہ تب ٹھہریں گے جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل لے کر پھر بنی نوع انسان کی خدمت کریں۔ ایسا دل لے کے جائیں جس کے اوپر خدا کے پیار کی نظریں پڑیں۔ یہ نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ تم کیوں غم نہیں محسوس کر رہے؟ تم کیوں فکر نہیں کر رہے؟ خدا کہے کہ تم کیوں اتنا فکر کر رہے ہو!........ اس مضمون کو خدا تعالیٰ نے ان لفظوں میں بیان فرمایا۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلاَّ یَکُوْنُوا مُؤْمِنِیْنَ

اے میرے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا تو ان کی خاطر اپنے پاک نفس کو ہلاک کرے گا جو تیرا انکار کر کے ہلاکت کی طرف جا رہے ہیں۔

پس آج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی ضرورت ہے۔ اسی دل سے حقیقی سچی ہمدردی کے سرچشمے پھوٹتے ہیں۔ ہر احمدی کو وہ دل اپنے سینے میں داخل کرنا چاہیئے کہ اس دل کے ساتھ بنی نوع انسان کی خدمت کرنی چاہیئے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ نومبر ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل۔ لندن)

ارکانِ نماز کی حکمت

(مکرم عطاء المجیب صاحب راشد)

پچھلے دنوں لندن میں منعقد ہونے والی ایک مجلس علم و عرفان میں ایک دوست نے سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا کہ نماز میں قیام رکوع اور سجدہ وغیرہ جو ارکان نماز مقرر ہیں ان کی حکمت اور افادیت کیا ہے؟ حضور انور نے مختصر جواب ارشاد فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اس بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود... نے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اسے جماعتی اخبارات میں شائع کروانا چاہیئے۔ حضور انور کے اس ارشادِ مبارک کی تعمیل میں ایک ابتدائی کوشش کے طور پر ملفوظات حضرت مسیح پاک سے چند حوالہ جات شائع کئے جا رہے ہیں جو ارکان نماز کی حکمت اور افادیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ اعلیٰ مضامین سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

عطاء المجیب راشد

امام بیت الفضل لندن

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ارکان نماز کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"نماز نشست و برخاست کا نام نہیں ہے۔ نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔

ارکان نماز دراصل آداب خدمتگاران ہیں

ارکان نماز دراصل روحانی نشست و برخاست ہیں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے اور قیام بھی آداب خدمتگاران میں سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیل کو کس قدر گردن جھکاتا ہے۔ اور سجدہ کمال آداب اور کمال تذلل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طرق ہیں جو خدا تعالیٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دیئے ہیں اور جو جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر ان کو مقرر کیا ہے۔ علاوہ ازیں باطنی

طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھ دیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں (جو اندرونی اور باطنی طریق کا ایک عکس ہے) صرف نقال کی طرح نقلیں اتاری جاویں اور اسے بار گراں سمجھ کر اتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے تو تم ہی بتاؤ اس میں کیا لذت اور حظ آسکتا ہے۔ اور جب تک لذت اور سرور نہ آئے اس کی حقیقت کیونکر متحقق ہوگی اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ روح بھی ہمہ نیستی اور تذلل تام ہو کر آستانہ الوہیت پر گرے اور جو زبان بولتی ہے روح بھی بولے۔ اس وقت ایک سرور اور نور اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے"۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 164۔165)

"یاد رکھو صلوٰۃ میں حال اور قال دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے۔ بعض وقت اعلام تصویری ہوتا ہے۔ ایسی تصویر دکھائی جاتی ہے جس سے دیکھنے والے کو پتہ ملتا ہے کہ اس کا منشاء یہ ہے۔ ایسا ہی صلوٰۃ میں منشائے الٰہی کی تصویر ہے۔ نماز میں جیسے زبان سے کچھ پڑھا جاتا ہے ویسے ہی اعضاء و جوارح حرکات سے کچھ دکھایا بھی جاتا ہے۔ جب انسان کھڑا ہوتا ہے اور تحمید و تسبیح کرتا ہے۔ اس کا نام قیام رکھا ہے۔ اب ہر ایک شخص جانتا ہے کہ حمد و ثناء کے مناسب حال قیام ہی ہے۔ بادشاہوں کے سامنے جب قصائد سنائے جاتے ہیں تو آخر کھڑے ہو کر ہی پیش کرتے ہیں۔ تو ادھر ظاہری طور پر قیام رکھا ہے۔ اور اُدھر زبان سے حمد و ثناء بھی رکھی ہے۔ مطلب اس کا یہی ہے کہ روحانی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو۔ حمد ایک بات پر قائم ہو کر کی جاتی ہے۔ جو شخص مصدق ہو کر کسی کی تعریف کرتا ہے تو وہ ایک رائے پر قائم ہو جاتا ہے۔ اس الحمد للہ کہنے والے کے واسطے یہ ضروری ہوا کہ وہ سچے طور پر الحمد للہ اسی وقت کہہ سکتا ہے کہ پورے طور پر اس کو یقین ہو جائے کہ جمیع اقسام محامد کے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ جب یہ بات دل میں انشراح کے ساتھ پیدا ہوگئی تو یہ روحانی قیام ہے کیونکہ دل اس پر قائم ہو جاتا ہے اور پھر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ کھڑا ہے۔ حال کے موافق کھڑا ہو گیا تاکہ روحانی قیام نصیب ہو۔

پھر رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتا ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کسی کی عظمت مان لیتے ہیں تو اس کے حضور جھکتے ہیں۔ عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے لئے رکوع کرے۔ پس سبحان ربی العظیم زبان سے کہا اور حال سے جھکنا دکھایا۔

یہ اس قول کے ساتھ حال دکھایا۔ پھر تیسرا قول ہے سبحان ربی الاعلیٰ۔ اعلیٰ افعل تفضیل ہے۔ یہ بالذات سجدہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ حالی تصویر سجدہ میں گرنا ہے۔ اس اقرار کے مناسب حال ہئیت فی الفور اختیار کر لی۔

اس قال کے ساتھ تین حال جسمانی ہیں۔ ایک تصویر اس کے آگے پیش کی گئی۔ ہر ایک قسم کا قیام بھی کیا گیا ہے۔ زبان جو جسم کا ٹکڑا ہے۔ اس نے بھی کہا اور وہ بھی شامل ہوگئی۔

تیسری چیز اور ہے اگر شامل نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ وہ کیا ہے؟ وہ قلب ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ قلب کا قیام ہو اور اللہ تعالیٰ اس پر نظر کر کے دیکھے کہ درحقیقت وہ حمد بھی کرتا ہے اور کھڑا بھی ہے اور روح بھی کھڑا ہوا حمد کرتا

ہے۔ جسم ہی نہیں بلکہ روح بھی کھڑا ہے اور جب سبحان ربی العظیم کہتا ہے تو دیکھے کہ اتنا ہی نہیں کہ صرف عظمت کا اقرار ہی کیا ہے۔ نہیں بلکہ ساتھ ہی جھکا بھی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی روح بھی جھک گیا ہے۔ پھر تیسری نظر میں خدا کے حضور سجدہ میں گرا ہے۔ اس کی علوشان کو ملاحظہ میں لا کر اس کے ساتھ ہی دیکھئے کہ روح بھی الوہیت کے آستانہ پر گری ہوئی ہے۔ غرض یہ حالت جب تک پیدا نہ ہو لے اس وقت تک مطمئن نہ ہو کیونکہ یقیمون الصلوٰۃ کے معنی یہی ہیں"۔
(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 433۔435)

"چاہیئے کہ نماز کی جس قدر جسمانی صورتیں ہیں ان سب کے ساتھ دل بھی ویسے ہی تابع ہو۔ اگر جسمانی طور پر کھڑے ہو تو دل بھی خدا کی اطاعت کے لئے ویسے ہی کھڑا ہو۔ اگر جھکو تو دل بھی ویسے ہی جھکے۔ اگر سجدہ کرو تو دل بھی ویسے ہی سجدہ کرے۔ دل کا سجدہ یہ ہے کہ کسی حال میں خدا کو نہ چھوڑے۔ جب یہ حالت ہو گی تو گناہ دور ہونے شروع جاویں گے"۔
(ملفوظات جلد ششم صفحہ 368)

ارکانِ نماز کا روح پر اثر پڑتا ہے

پھر فرمایا:۔

"روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اس کو رونا آ ہی جائے گا اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اسے ہنسی آ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا۔ اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیازمندی کی حالت دکھاتا ہے اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اس لئے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب انسان نیازمندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ کتے جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آ کر اس کے پاؤں پر سر رکھ دیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جب روح غمناک ہو تو جسم پر بھی اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور آنسو اور پژمردگی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر روح اور جسم کا باہم تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دوران خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ قلب آبپاشی جسم کے لئے ایک انجن ہے۔ اس کے بسط اور قبض سے سب کچھ ہوتا ہے۔

غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونوں برابر چلتے ہیں۔ روح میں جب عاجزی پیدا ہوجاتی ہے پھر جسم میں بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لئے جب روح میں واقع میں عاجزی اور نیازمندی ہو تو جسم میں اس کے آثار خود بخود ظاہر ہوجاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب خدا تعالےٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہیئے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو۔ اگرچہ اس وقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ اس کا اثر دائمی ہوجاتا ہے اور واقعی روح میں وہ نیازمندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے"۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 421۔422)

ارکانِ نماز میں انسانی تضرّع کا نقشہ

پھر فرمایا:۔

"اور یہ جو پہلے میں نے بیان کیا ہے قیام، رکوع اور سجود کے متعلق، اس میں انسانی تضرع کی ہیئت کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ پہلے قیام کرتا ہے۔ جب اس پر ترقی کرتا ہے تو پھر رکوع کرتا ہے اور جب بالکل فنا ہوجاتا ہے تو پھر سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں صرف تقلید اور رسم کے طور پر نہیں بلکہ اپنے تجربہ سے کہتا ہوں بلکہ ہر کوئی اس کو اس طرح پر پڑھ کر اور آزما کر دیکھ لے۔

اس نسخہ کو ہمیشہ یاد رکھو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ کہ جب کوئی دکھ یا مصیبت پیش آوے تو فوراً نماز میں کھڑے ہوجاؤ اور جو مصائب اور مشکلات ہوں ان کو کھول کھول کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرو کیونکہ یقیناً خدا ہے اور وہی ہے جو ہر قسم کی مشکلات اور مصائب سے انسان کو نکالتا ہے۔ وہ پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو مددگار ہوسکے۔

بہت ہی ناقص ہیں وہ لوگ کہ جب ان کو مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ وکیل، طبیب یا اور لوگوں کی طرف تو رجوع کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کا خانہ بالکل خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ مومن وہ ہے جو سب سے اول خدا تعالیٰ کی طرف دوڑے"۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ 113)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی"

اوّل الرُّسُل ــــ حضرت نوح علیہ السلام

(مضمون: مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب)

حضرت نوحؑ کا نسب نامہ جیسا کہ بائبل اور کئی مسلمان محققین نے لکھا ہے، یوں ہے۔ نوحؑ بن للمک بن متوشلع بن اخنوخؑ (ادریسؑ) بن یارد بن مھلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم ابوالبشر۔

(پیدائش باب نمبر5۔ البدایہ والنھایہ جلد1 صفحہ 100 از حافظ ابن کثیر متوفی 774ھ ناشر مکتبہ المعارف بیروت۔ قصص الانبیاء صفحہ 30 از عبدالوہاب منجار۔ ناشر داراحیاء التراث العربی بیروت) مگر کئی محققین کو اس سے اتفاق نہیں۔ ان کے نزدیک اس سلسلہ نسب میں سے بعض کڑیاں یقیناً غائب ہیں۔ (قصص القرآن جلد نمبر1 صفحہ 63 از مولانا محمد حفیظ الرحمان سوہاروی دیوبندی ناشر مکتبہ مدنیہ لاہور)

ابن کثیر اور بعض دیگر محققین نے بخاری کی روایت سے لکھا ہے کہ:-

"عن ابن عباسؓ قال بین آدم و نوح عشرہ قرون کلھم علی الاسلام" (البدایہ والنھایہ جلد نمبر1 صفحہ 101)

یعنی آدمؑ اور نوحؑ کے درمیان دس قرون تھیں۔ ان سب میں لوگ اسلام پر قائم تھے۔ حافظ ابن کثیر اس روایت پر اس طرح تبصرہ کرتے ہیں:-

"اگر قرن سے مراد سو سال ہیں جیسا کہ اس لفظ کے ساتھ ہی پہلا خیال ذہن میں آتا ہے، تو آدمؑ و نوحؑ کے مابین ایک ہزار برس کا کم از کم وقفہ بہرحال ہوگا اور یہ الفاظ اس میں روک نہیں کہ وقفہ اس سے بھی زائد ہو کیونکہ اس دوران ایسی صدیاں بھی تو ہوں گی جن میں لوگ اسلام پر نہیں تھے"۔ (البدایہ والنھایہ جلد1 صفحہ 101)

آپ پہلے شرعی نبی تھے جیسا کہ آپ کے لئے حدیث شفاعت میں "اول لرسل الی احل الارض" کے الفاظ آئے ہیں۔

(بخاری کتاب الانبیاء۔ باب قول اللہ تعالیٰ ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ)

حضرت المصلح الموعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ دور شریعت کے موسس ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد9 صفحہ 177 سورۃ التین طبع جدید)

تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا مقام بابل (عراق) تھا اور بابل کی تباہی دراصل قوم نوح کی تباہی ہی

تھی۔

ارشاد خداوندی:-

ولقد ارسلنا نوحًا الیٰ قومه فلبث فیهم الف سنة الا خمسین عامًا

میں آپ کی عمر نہیں بلکہ آپ کے دور نبوت کا ذکر ہے۔ حضرت المصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:-

"اس کے یہ معنے نہیں کہ نوح کی عمر ساڑھے نو سو سال تھی بلکہ اس رہنے کے معنے روحانی رہنے کے ہیں۔ یعنی نوح کی تعلیم اپنی قوم میں ساڑھے نوسو سال رہی پھر مٹ گئی"۔ (تفسیر کبیر جلد نمبر7 صفحہ601 سورۃ العنکبوت طبع جدید)

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ سے متعلق جو خاص بات بیان فرمائی ہے وہ آپ کی دعوت الی اللہ ہے۔ چنانچہ سورۃ نوح میں فرمایا:-

ترجمہ:- "اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات کے وقت بھی پکارا اور دن کے وقت بھی پکارا...... پھر میں نے ان کو بلند آواز سے (یعنی تقریروں کے ذریعہ سے) تبلیغ کی۔ پھر میں نے ان کو ظاہر میں سمجھانے کے بعد ان کو پوشیدہ تبلیغ بھی کی"۔

"اسی شوق دعوت الی اللہ کا ایک موقعہ ہمیں تاریخ سے یہ ملتا ہے۔ "ابن اسحاق کی روایت ہے کہ کفار حضرت نوح کو پکڑ کر آپ کا گلا دبا دیتے حتی کہ آپ بے ہوش ہو جاتے اور جب افاقہ ہوتا تو یہ دعا کرتے:-

اللھم اغفرلی ولقومی فانھم لا یعلمون

اور بعض اوقات کفار اپنی طرف سے آپ کو جان سے مار کر پھینک جاتے مگر جب افاقہ ہوتا تو نہا دھو کر پھر تشریف لے آتے اور دعوت الی اللہ کا کام پھر شروع کر دیتے"۔ (تاریخ الکامل جلد اول۔ ذکر الاحداث التی کانت فی زمن نوح از ابن اثیر متوفی 1234ھ ناشر دار صاد بیروت)

اس لئے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کو اولوالعزم قرار دیا ہے۔

آپ پر عائد الزامات

خدا تعالیٰ کے دیگر انبیاء کی طرح آپ پر بھی الزامات لگائے گئے ہیں اور بائبل حسب عادت اس میں پیش پیش ہے۔ چنانچہ پیدائش باب نمبر9 آیت نمبر 21،20 میں لکھا ہے:-

1۔ "نوح نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا"۔ (نعوذ باللہ)

پھر بعض بدبختوں نے قرآن کو جو آیا ہی عصمت انبیاء کے قیام کے لئے ہے آڑ بنا کر اور قرآن کی آیات کا غلط مطلب لے کر آپ پر بعض الزامات لگائے ہیں مثلاً:-

2۔ انه عمل غیر صالح سے مراد حضرت نوح کی اپنے بیٹے کے لئے دعا ہے۔ اور یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ دعا گناہ اور معصیت تھی۔

3۔ فلا تسئلن میں سوال کرنے سے ممانعت کی گئی ہے۔

یہ سوال گناہ اور معصیت تھا تبھی تو ممانعت کی گئی۔

4۔ فلا تسئلن مالیس لک بہ علم سے معلوم ہوا کہ یہ سوال بغیر علم کے کیا گیا تھا اور بغیر علم کے بات کرنا بموجب آیت قرآن وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون گناہ ہے۔

5۔ انی اعظک ان تکون من الجاھلین سے معلوم ہوا کہ یہ سوال کرنا جہالت تھا۔

6۔ والا تغفرلی و ترحمنی اکن من الخاسرین میں نوحؑ نے خود اپنے گناہ اور معصیت کا اقرار کیا ہے۔

(بحوالہ تفسیر کبیر رازی جلد نمبر 18 صفحہ 4، 3 از فخر الدین رازی متوفی 606ھ ناشر دارالکتب العلمیہ تہران ایڈیشن دوم)

الزامات کا رد

اب ترتیب وار ان الزامات کا رد پیش کیا جاتا ہے۔

1۔ بائبل کے الزام کے رد کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ خود بائبل آپ کے ہر الزام، ہر عیب سے منزہ اور بری ہونے کا اقرار کرتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ محض تعصب اور گندی خواہش کی خاطر معصوموں پر الزام والے جملے بعد میں بڑھائے گئے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"نوح مرد راستباز اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں بے عیب تھا اور نوح خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا"۔

(پیدائش باب نمبر 6 آیت نمبر 9)

عصمت انبیاء کے علمبردار قرآن مجید نے اس مضمون کو کمال حسن سے ادا کیا ہے۔ فرمایا:۔

ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحًا و ال ابراھیم و ال عمران علی العلمین (آل عمران ۴ع)

یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے دیگر پیاروں کی طرح حضرت نوح کو بھی اپنے زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی تھی اور خدا تعالیٰ تو نہایت اعلیٰ اخلاق و اقدار کی بنا پر ہی فضیلت عطا کیا کرتا ہے۔ پھر قرآن مجید مزید بتاتا ہے کہ:۔

ولقد ارسلنا نوحًا و ابراھیم و جعلنا فی ذرّیتھما النّبوّۃ و الکتب. (الحدید. ۴ع)

یعنی ہم نے نہ صرف نوح کو بلکہ اس کی اولاد کو بھی اپنے خاص انعامات سے نوازا تھا اور نبوت اور کتاب ان سے مخصوص کر دی تھی اور یہ ایک واقعہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

تو کیا جس ہستی کو خدا نے ایسا نوازا ہو کہ اس کے ساتھ اس کی اولاد کو بھی اپنے انعامات میں شامل فرمایا ہو اس کے متعلق بائبل کے اس لچر الزام جیسی کوئی بات لمحہ بھر کے لئے بھی دل میں آ سکتی ہے۔

2۔ انہ عمل غیر صالح میں "غیر صالح" کا معنی "گناہ و معصیت" ہرگز نہیں بلکہ قرآن مجید کے محاورہ کے مطابق اور عربی لغت کے مطابق اس کا معنی "بے محل" ہے۔ حضرت المصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فقرہ حضرت نوح کی دعا

کے متعلق ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تیرا عمل یعنی دعا "بے محل" ہے کیونکہ صالح کے معنی "مناسب حال" کے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم پہلے اس امر کا اعلان کر چکے ہیں اور اب عذاب کا وقت آچکا ہے۔ اب اس دعا کا فائدہ نہیں ہو سکتا اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ جملہ بیٹے کے متعلق ہو اور عمل بمعنی عامل کے ہو یا ذو کا لفظ محذوف ہو اور یہ دونوں باتیں عربی محاورہ کے مطابق جائز ہیں۔ اس صورت میں آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ یہ لڑکا تیرے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ نامناسب اعمال کرتا رہا ہے"۔

بقیہ اعتراضات کا رد

بقیہ اعتراضات کے رد کے لئے حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ خطبہ جمعہ سے ایک طویل اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"حضرت نوح نے کشتی میں سوار ہونے کے بعد اللہ کے نام پر جو سفر اختیار کیا اس سفر میں ان کا ایک بیٹا ساتھ نہیں تھا اور جب وہ طوفان بہت بڑھا تو آپ نے دیکھا کہ ایک پہاڑی کے دامن میں وہ کھڑا ہے۔ آپ نے اس کو آواز دی اور کہا تم آجاؤ، ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ میں تو اس پہاڑ میں پناہ لے لوں گا۔ مجھے تمہاری کشتی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اگلا منظر خدا تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ یہ بات ہو رہی تھی کہ ایک موج ان دونوں کے درمیان حائل ہو گئی اور ہمیشہ کے لئے نظر سے غائب ہو گیا۔ اس پر حضرت نوحؑ نے بڑی بے چینی سے یہ عرض کیا کہ اے خدا! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تیرے اہل کو بچاؤں گا اور میں نہیں سمجھ سکتا تیرے مقاصد کو، تیرے طریق کار کو، لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے اہل کو غرق ہوتے دیکھ لیا ہے۔ تو بہتر جانتا ہے کہ کیوں ہوا ہے لیکن میرے ذہن میں ایک خلش سی پیدا ہو گئی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو یہ جواب دیا "انہ لیس من اھلک" اے نوح! یہ تیرا اہل نہیں تھا۔ "انہ عمل غیر صالح" یہ بداعمال بچہ تھا اور بد اعمال اولاد نبیوں کی اولاد نہیں ہوا کرتی۔ یعنی نبیوں کی طرف منسوب ہونے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ تو اہل بمعنی اہلیت کے ہے۔ محض خونی رشتہ کے لحاظ سے اولاد ہونا مراد نہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ "انہ عمل غیر صالح" یہ تو غیر صالح لڑکا ہے۔ اس کے اعمال اچھے نہیں۔ یہ کیسے تیرا اہل ہو گیا۔

فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم. انی اعظک ان تکون من الجاھلین

فلا تسئلن۔ پس تو مجھ سے مت سوال کر۔ ایسی باتوں کے متعلق جن کا تجھے علم نہیں۔ انی اعظک ان تکون من الجاھلین۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں مبادا تو جاہلوں میں سے نہ ہو جائے۔ یعنی اگر تو نے احتیاط نہ کی تو خطرہ ہے کہ اسی نہج پر آگے بڑھتا رہا تو ظالموں میں شامل ہو جائے گا۔ اس پر حضرت نوح نے بڑی بے قراری سے پھر عرض کیا:۔

رب انی اعوذبک ان اسئلک ما لیس به علم

اے میرے اللہ میں تیری ہی پناہ مانگتا ہوں کہ میں آئندہ کبھی تجھ سے ایسا سوال کروں جس کا مجھے علم نہ ہو۔

وَ اِلاتغفرلی وترحمنی اکن من الخاسرین

اور اگر تو نے مجھ سے بخشش کا سلوک نہ فرمایا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا اکن من الخاسرین میں یقیناً گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

مشکل مسئلہ

یہاں جو مشکل مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ جس چیز کا انسان کو علم ہو اس کے متعلق تو سوال ہی نہیں کرتا اور جس چیز کا علم نہ ہو اس کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ تو یہاں پھر کیا گفتگو ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آئندہ تو نے ایسی باتوں میں سوال کیا جس کا تجھے علم نہیں تو تو ظالموں سے ہو جائیگا۔ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا اور حضرت نوح کہتے ہیں میں توبہ کرتا ہوں، میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اے خدا میں آئندہ کبھی ایسا سوال نہ کروں جس کا مجھے علم نہ ہو۔ تو یہ عجیب سا معمہ ہے کہ اگر علم ہو تو سوال کرنے کی ضرورت کیا ہے اور اگر علم نہ ہو تو سوال کرنا گناہ کیسے ہو گیا؟

دراصل یہاں سوال کی بجائے حضرت نوح کی پردہ داری فرمائی گئی ہے۔ یہ ستاری کا سلوک ہوا ہے۔ ایک خفیف سا اعتراض دل میں پیدا ہوا ہے جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا گیا اور چونکہ حضرت نوحؑ ایک بڑے بلند پایہ نبی تھے اور اس اعتراض پر خود آپ نے بھی، معلوم ہوتا ہے پردہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے جو دعا کی ہے، جو سوال کیا ہے اس کا انداز بتاتا ہے کہ ادب اپنی جگہ ہے لیکن ساتھ ہی بے قراری بھی ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آرہی۔ میں کیا کروں؟ میرا دل بے چین ہو گیا ہے۔

جو اولوالعزم خدا کے انبیاء ہوتے ہیں ان کا ایسی باتوں پر دل بے چین نہیں ہونا چاہیئے۔ ان سے خدا یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ سمجھ جائیں کہ کچھ ایسے واقعات ضرور ہوئے ہیں جن کا مجھے علم نہیں لیکن خدا کے علم میں ہے اور خدا کا فیصلہ سچا ہے۔ اس لئے فیصلے سے متعلق سوال اٹھانے کا مجھے کوئی حق نہیں۔

جماعت کے لئے نصیحت

یہ جو مضمون ہے بہت ہی گہرا اور لطیف مضمون ہے اور اس کو بھلا دینے کے نتیجہ میں، میں نے دیکھا ہے بہت سے اپنی جان پر ظلم کرنے والے احمدی بھی ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ کئی ایسے فیصلے ہوتے ہیں خلفاء وقت کے، حضرت مصلح موعود کے زمانہ میں بارہا ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ جو کسی باریک حکمت کے پیش نظر کئے جاتے ہیں اور ان کا دنیا کو علم بھی نہیں دیا جا سکتا۔ یہ دوسرا مضمون بھی اس میں مخفی ہے اور بہت ہی اہمیت والا مضمون ہے۔

بعض دفعہ ایک سوال کر کے انسان مزید دکھ میں

مبتلا ہوتا ہے کیونکہ اس کا جواب اس کو اور تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ایک بیٹا ہے جس کی بدکاری کے متعلق کسی کو علم نہیں۔ باپ کو علم نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالا ہوا تھا اور نوح نے جب شک کا اظہار کیا، ایسے شک کا اظہار جو اتنا مخفی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شک کے طور پر بھی پیش کرنا پسند نہ فرمایا۔ لیکن آپس میں جو مکالمہ ہوا ہے اس کی طرز بتا رہی ہے کہ اندر کیا بات تھی۔ ادب بہرحال قائم تھا اور اتنا گہرا ادب تھا اس وقت بھی، شک کے دوران بھی کہ اس ادب کے نتیجہ میں اس وقت خدا نے آپ کو جاہل قرار نہیں دیا۔ یہ بتایا کہ آغاز اس طرح ہوا کرتا ہے۔ ایک انسان اپنے سے بالا ایسے لوگوں کے فیصلے، جن کا احترام لازم ہے، باریک نظر سے نہ دیکھے اور شک کی گنجائش ہو تو پہلا اس کا تقاضا یہی ہے کہ ادب اور احترام کی وجہ سے زبان نہ کھولے اور استغفار سے کام لے اور دعا سے کام لے۔ لیکن اگر اس سے ایسا ہو بھی جائے اور بار بار ایسا ہو تو پھر خطرہ ہے کہ انسان مزید ٹھوکر کھا جائے۔

پس مختلف ایسے فیصلوں میں جہاں ایک مومن ایمان بھی رکھتا ہے اور ادب بھی رکھتا ہے وہاں بھی بعض دبی ہوئی آزمائشیں خطرات کا پیش خیمہ بن سکتی ہیں اور اس سلسلہ میں نہایت اعلیٰ تعلیم یہ دی گئی کہ اعتراض نہیں کرنا چاہیئے، استغفار سے کام لینا چاہیئے، اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیئے، اللہ پر توکل کرنا چاہیئے اور خدا سے دعا کرنی چاہیئے:۔

الاتغفرلی وترحمنی اکن من الخاسرین

اے خدا! اگر تو نے بخشش کا سلوک نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو اس صورت حال میں، میں یقیناً گھاٹا پانے والوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

اور اگر سوال اٹھتے ہی ہیں تو پھر یہ دعا بہت اچھی ہے یعنی اس کا پہلا حصہ کہ:۔

قال رب اعوذبک ان اسئلک ما لیس لی به علم

اے خدا! میں تیری حکمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ میں نہیں جانتا کہ بہت سی باتیں کیوں ہو رہی ہیں اس دنیا میں، تیری تقدیر کیا کیا مخفی صلاحیتیں لئے ہوئے ہے۔ تیرے فیصلے تو ہم دیکھتے ہیں، تیری تقدیر پر نظر نہیں جاتی۔ اس لئے ہم تجھ سے ان شکوک سے متعلق پناہ مانگتے ہیں جو ایسے موقعہ پر دلوں میں پیدا ہو جایا کرتے ہیں"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 26 اپریل 1991ء)

ایک اور اعتراض

ایک اور اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے خلاف بد دعا کی جیسا کہ سورۃ نوح میں آیا ہے:۔

وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً. انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجراً کفاراً

اور بد دعا کرنا نبی کے شایان شان نہیں۔

اس اعتراض کے جواب میں بھی حضور ایدہ اللہ (خلیفۃ المسیح الرابع) کے خطبات سے دو اقتباس پیش کئے

جاتے ہیں۔ فرمایا:۔

"امر واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت نوحؑ نے قوم پر جو بد دعا کی وہ ارادہ سے نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ اس واقعہ کا ذکر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت نوح کو یہ خبر دی تھی کہ تم اپنی قوم کے لئے جو چاہو کرلو، جتنی چاہو دعا کرلو، میں جو عالم الغیب خدا ہوں، تمہیں بتا رہا ہوں کہ اس قوم کے مقدر میں اب کوئی ہدایت نہیں۔ اب سوائے فاسق فاجر بچوں کے یہ قوم اور بچے پیدا نہیں کر سکتی۔ تب حضرت نوحؑ نے عرض کی کہ اے خدا! یہ دنیا پھر اس لئے تو پیدا نہیں کی گئی کہ یہاں فسق و فجور کو رواج دیا جائے اور منکرین اور ملحدین پیدا ہوں۔ اگر تیرے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ اس قوم میں ایک بھی مومن پیدا نہیں ہو سکتا تو پھر ان کو ہلاک کر دے، اب یہ دنیا میں زندہ رہنے کے اہل نہیں رہے۔ یہ تھا اس دعا کا فلسفہ جو حضرت نوحؑ نے کی تھی"۔

(خطبہ جمعہ 6 مئی 1983ء بحوالہ الفضل 17 اگست 1983ء)

پھر حضور نے اس سے اگلے خطبہ میں فرمایا:۔

"یہ دعا دراصل بد دعا نہیں تھی بلکہ منشاء الٰہی کے مطابق آپ کو پہلے سے یہ خبر دے دی گئی تھی کہ اب اس قوم میں کوئی بھی ہدایت پانے والا موجود نہیں ہے اور چونکہ انسانی زندگی کے مقصد کے خلاف ہے کہ کوئی انسان خدا تعالیٰ کو کلیۃً بھلا کر ہمیشہ کے لئے اس سے کٹ جائے اور اس کی آئندہ نسلیں بھی ناپاک پیدا ہوں، اس لئے ان لوگوں کے لئے دعا کی اجازت ہی نہیں دی گئی تھی........

یہ جو میں نے کہا کہ دراصل ہر نبی اپنی قوم کے لئے دعا کرنا چاہتا ہے اور کسی حالت میں بھی بد دعا نہیں کرنا چاہتا اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے معاً بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

واصنع الفلک باعیننا و وحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا

کہ اے نوح! ہم جانتے ہیں کہ اس خبر کے بعد بھی تیرا دل بے قرار ہوگا اور تو اپنی قوم کے لئے دعا کرنا چاہے گا مگر ہم تجھے اس کی اجازت نہیں دیتے۔ لاتخاطبنی فی الذین ظلموا۔ ہمیں اس قوم کے متعلق کچھ نہ کہہ، اس کے متعلق ہم سے ہرگز کوئی بات نہ کر۔ جنہوں نے ظلم کیا ہے انہم مغرقون۔ کیونکہ ان کی یہ تقدیر، کہ یہ غرق کئے جائیں گے لکھی گئی ہے، آخری ہو چکی ہے"۔ (خطبہ جمعہ 13 مئی 1983ء بحوالہ الفضل 4 ستمبر 1983ء)

(جاری)

درخواستِ دعا

اسیرانِ راہِ مولیٰ عرصہ دراز سے محض للہ قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا ہیں نیز ان کے جملہ لواحقین محض اس وجہ سے پریشانیوں اور مشکلات میں ہیں۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اپنے ان اسیر بھائیوں کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں اور اسیران کے جملہ عزیزان کے لیے بھی دعا فرمائیں کہ انہیں ان پریشانیوں اور ابتلاؤں سے جلد نجات دے۔

نوجوان مبلّغِ اسلام
حضرت مُصْعَب بن عُمیرؓ

(مقالہ: محترم حافظ مظفّر احمد صاحب)

حلیہ و خاندان

درمیانہ قد، حسین نقش، گورا رنگ، روشن چہرہ، دراز زلفیں، چہرہ سے ملاحت اور ملائمت عیاں۔ یہ جوان رعنا خاندان قریش کے خوبرو چشم و چراغ مصعب بن عمیر ہیں۔ آپ کا نسب تیسری پشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ حناس بنت مالک مکہ کی مالدار خاتون تھیں۔ انہوں نے مصعبؓ کی پرورش بہت ناز و نعمت سے کی۔ آپ بہترین پوشاک اور اعلیٰ لباس پہنتے۔ مکہ کی اعلیٰ درجہ کی خوشبو استعمال کرتے اور حضرم کے علاقہ کا بنا ہوا مشہور جوتا منگوا کر پہنتے تھے۔ (1)

فضائل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیرؓ کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مصعبؓ سے زیادہ حسین و جمیل اور ناز و نعمت اور آسائش میں پروردہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔ (2)

اسلام میں سبقت لے جانے کے لحاظ سے آپ کا شمار صاحب فضیلت صحابہؓ میں ہوتا ہے (3)۔ مدینہ میں پہلی بار اسلام کا پیغام پہنچانے اور وہاں دعوت، تبلیغ کے ذریعہ انصار مدینہ کو منظم کرنے کی تاریخی سعادت آپ کے حصہ میں

آئی۔ حبشہ و مدینہ دو ہجرتوں کی سعادت پائی۔ بدر و احد میں اسلام کے علم بردار کا اعزاز پایا۔

قبول اسلام اور آزمائش

آغاز اسلام میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں تھے حضرت مصعب بن عمیرؓ نے عین عالم جوانی میں بعمر 27 سال اسلام قبول کیا۔ مگر ابتداءً اپنی والدہ اور قوم کی مخالفت کے اندیشہ سے اسے مخفی رکھا(4)۔ چھپ چھپا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک دفعہ عثمان بن طلحہ (کلید بردار کعبہ) نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کے گھر والوں کو خبر کردی۔ والدین نے ان کو قید کردیا۔ بڑی مشکل سے بھاگ کر قید سے چھٹکارا حاصل کیا اور ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد جب بعض مہاجرین حبشہ سے مکے میں بہتر حالات کی افواہیں سن کر واپس آئے تو ان میں مصعب بن عمیرؓ بھی تھے۔ اگرچہ غریب الوطنی، سفر کی صعوبتوں اور مصائب و آلام نے ناز و نعم کے پروردہ اس حسین و جمیل شہزادے کی رعنائیاں چھین لی تھیں مگر پھر بھی صبر و استقامت کے پیکر مصعبؓ اسلام پر پختگی سے قائم تھے۔ ماں نے لخت جگر کی حالت زار دیکھی تو اس کی ممتا تڑپ اٹھی چنانچہ اس نے آئندہ سے مخالفت ترک کردی اور بیٹے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔(5)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ مصعب بن عمیرؓ کو میں نے آسائش کے زمانہ میں بھی دیکھا اور مسلمان ہونے کے بعد بھی، راہ مولیٰ میں آپ نے اتنے سارے دکھ جھیلے کہ میں نے دیکھا آپ کے جسم سے جلد اس طرح اترنے لگی تھی جیسے سانپ کی کینچلی اترتی اور نئی جلد آتی ہے۔(6)

غالباً اسی زمانے کی بات ہے ایک دن ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا مصعب بن عمیرؓ اس حال زار میں آپکی مجلس میں آئے کہ پیوند شدہ کپڑوں میں ٹاکیاں بھی چمڑے کی لگی ہیں۔ صحابہؓ نے دیکھا تو سر جھکا لئے کیونکہ وہ بھی مصعبؓ کی کوئی مدد کرنے سے معذور تھے۔ مصعبؓ نے آکر سلام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دلی محبت سے وعلیکم السلام کہا اور اس امیر کبیر نوجوان کی آسائش کا زمانہ یاد کر کے آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر مصعبؓ کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:- "الحمد للہ دنیاداروں کو ان کی دنیا نصیب ہو۔ میں نے مصعبؓ کو اس زمانے میں بھی دیکھا ہے جب شہر مکہ میں ان سے بڑھ کر صاحب ثروت و نعمت کوئی نہ تھا مگر خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے اسے آج اس حال تک پہنچایا ہے"۔(7)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب صبح و شام تمہیں نئی پوشاک عطا ہوگی اور تمہارے سامنے ایک کے بعد کھانے کا دوسرا طشت رکھا جائیگا اور گھروں میں پردے لٹکے ہونگے۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضورؐ

وہ کیا ہی خوش وقت ہوگا۔ ہم عبادت کے لئے تو فارغ ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں تم آج جس حال پر ہو وہ زیادہ بہتر ہے اور زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔ (8)

مدینہ میں کامیاب دعوت الی اللہ

11 نبوی کے موسم حج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف دعوت الی اللہ کے دوران مدینہ کے قبائل اوس و خزرج سے ہوا اور عقبہ مقام پر ان میں سے بارہ افراد نے آپ کی بیعت بھی کی جو بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ جب یہ لوگ مدینہ واپس جانے لگے تو ان کی تعلیم و تربیت اور مدینہ میں دعوت اسلام کی مہم جاری کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیرؓ کو ساتھ بھجوایا(9)۔ ابن سعد کے مطابق اہل مدینہ کے نو مسلموں کے مطالبہ پر تعلیم دین کے لئے حضرت مصعبؓ کو بعد میں بھجوایا گیا۔ بہر حال آپ نے وہاں پہنچ کر مدینہ کے سردار اسعد بن زرارہؓ کے گھر قیام کیا(10)۔ مدینہ جاتے ہی آپ نے تعلیم قرآن کا سلسلہ شروع کیا اور مقری یعنی استاذ کے نام سے مشہور ہوئے(11)۔ آپ نمازوں میں امامت کے فرائض بھی انجام دینے لگے۔ (12)

مدینہ میں باقاعدہ نماز جمعہ جاری کرنے کی تاریخی سعادت بھی حضرت مصعبؓ کے حصے میں آئی۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا کہ اگر حضور اجازت عطا فرمائیں تو مدینہ میں نماز جمعہ شروع کر دی جائے۔ حضور نے اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس روز یہودی اپنے سبت کا اعلان کرتے ہیں اس روز سورج کے ڈھلنے کے بعد دو رکعت نماز ادا کر کے خطبہ جمعہ دیا کرو۔ چنانچہ مصعب بن عمیرؓ نے مدینہ میں نماز جمعہ کا آغاز کر دیا۔

حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر جو پہلا جمعہ پڑھا گیا اس میں مدینہ کے بارہ افراد شامل ہوئے۔ اسلام کے اس پہلے جمعہ کے موقعہ پر مسلمانوں نے خوشی میں ایک بکری ذبح کی اور یوں جمعہ میں شامل اپنے بھائیوں کی ضیافت کا بھی اہتمام کیا۔ (13)

حضرت مصعبؓ نے اسلام کے پہلے مبلغ کے طور پر تبلیغ کا حق خوب ادا کیا۔ آپ نے دعوت الی اللہ کے جذبہ سے سرشار ہو کر کمال محنت، اخلاص اور حکمت و محبت کے ساتھ مدینہ کے اجنبی لوگوں سے رابطہ اور اثر و رسوخ پیدا کر کے انہیں اسلام سے روشناس کرایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ کے ہر گھر میں اسلام کا بیج بو دیا۔ ایک کامیاب داعی الی اللہ کے طور پر ان کا کردار یقیناً آج بھی ہمارے لئے عمدہ نمونہ ہے۔ آپ نے بالکل اجنبی شہر مدینہ میں تبلیغ کا آغاز اس طرح کیا کہ اپنے میزبان اسعد بن زرارہؓ کو ساتھ لیکر انصار کے مختلف محلوں میں جانے لگے۔ وہاں وہ مسلمانوں اور ان کے عزیزوں کے ساتھ مجلس کرتے انہیں تعلیم دین دیتے اور وہاں آنے والوں کو اسلام کا پیغام پہنچاتے۔ مگر جب لوگوں میں اسلام کا

چرچا ہونے لگا تو ایک محلہ کے سردار سعد بن معاذ اور اُسَید بن حضیرؓ نے ان دونوں داعیان الی اللہ کو اس نئے دین سے باز رکھنے کا فیصلہ کیا۔ جس کے بعد اسید بن حضیرؓ مصعبؓ کی مجلس میں نیزہ تھامے داخل ہوئے۔ اسعد بن زرارہؓ نے یہ دیکھتے ہی مصعبؓ سے سرگوشی کی کہ یہ اپنی قوم کا سردار آتا ہے اسے آج خوب تبلیغ کرنا۔ مصعبؓ بولے کہ اگر یہ چند لمحے بیٹھ کر بات سننے پر آمادہ ہو جائے تو میں ضرور اس سے بات کروں گا۔ ادھر اسید بن حضیرؓ سخت کلامی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور کہا کہ جان کی امان چاہتے ہو تو آئندہ سے ہمارے کمزوروں کو آکر بے وقوف بنانے کا یہ طریقہ واردات ختم کرو۔

مصعبؓ نے نہایت محبت سے کہا کیا آپ ذرا بیٹھ کر ہماری بات سنیں گے؟ اگر تو آپ کو بات بھلی لگے تو مان لیجئے اور بری لگے تو بے شک اس سے گریز کریں۔ اُسَید منصف مزاج آدمی تھے۔ بولے بات تو تمہاری درست ہے۔ اور پھر نیزہ وہیں گاڑ کر بیٹھ گئے۔ مصعبؓ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور ان تک پیغام حق پہنچایا تو یہ سچی تعلیم سن کر اُسَید بے اختیار کہہ اٹھے کہ یہ کیسا خوبصورت کلام ہے! اچھا یہ بتاؤ اس دین میں داخل ہونے کیلئے کیا کرنا پڑتا ہے؟ زرارہؓ اور مصعبؓ نے انہیں بتایا کہ نہا دھو کر اور صاف لباس پہن کر حق کی گواہی دو پھر نماز پڑھو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اُسَید خود ہی کہنے لگے کہ میرا ایک اور بھی ساتھی ہے یعنی سعد بن معاذ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اسکی ساری قوم سے ایک شخص بھی قبولِ اسلام سے پیچھے نہیں رہے گا اور میں ابھی اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں اور انہوں نے سعد کو نہایت حکمت کے ساتھ مصعبؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے ان کو بھی نہایت محبت اور شیریں گفتگو سے رام کر لیا انہیں قرآن سنایا اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ بلاشبہ یہ دن مدینہ میں اسلام کی فتح کے بنیاد رکھنے والا دن تھا جس روز ایسے عظیم الشان بااثر سرداروں نے اسلام قبول کیا۔ جنہوں نے اپنی قوم کو یہ کہہ دیا میرا کلام کرنا تم سے حرام ہے جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ۔ اسطرح عبدالاشہل کا سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا (14) اور یوں مدینہ کے گھرانوں میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔

حضرت مصعبؓ نے ایک سال تک مدینہ میں اشاعت اسلام کے لئے خوب سرگرمی سے کام کیا اور دعوت الی اللہ کے شیریں پھل آپ کو عطا ہوئے۔ چنانچہ اگلے سال سن 12 نبوی میں حج کے موقع پر آپ مدینہ سے 75 انصار کا وفد لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ اسعد بن زرارہؓ بھی ساتھ تھے۔ اس وفد کی رسول اللہؐ سے ملاقات کا انتظام بھی عقبہ کے مقام پر کیا گیا۔ جہاں اس وفد نے آپ کی بیعت کی جو بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔

محبتِ رسولؐ

اس سفر میں حضرت مصعبؓ کی محبت رسولؐ کا ایک عجب نمونہ دیکھنے میں آیا کہ آپ مکہ پہنچتے ہی اپنی والدہ کے

گھر (جو مخالفت چھوڑ چکی تھیں) جانے کے بجائے سیدھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ حضورؐ کی خدمت میں وہاں کے حالات عرض کئے اور مدینہ میں سرعت کے ساتھ اسلام پھیلنے کی تفصیلی مساعی کی رپورٹ دی۔ حضورؐ ان کی خوشکن مساعی کی تفاصیل سن کر بہت خوش ہوئے۔ (15)

ادھر مصعبؓ کی والدہ کو پتہ چلا کہ مصعبؓ مکہ آئے ہیں اور پہلے انہیں آکر ملنے کے بجائے رسول اللہؐ کے پاس چلے گئے ہیں تو انہوں نے بیٹے کو پیغام بھیجا کہ او بے وفا! تو میرے شہر میں آکر پہلے مجھے نہیں ملا۔ عاشق رسولؐ مصعبؓ کا جواب بھی کیسا خوبصورت تھا کہ اے میری ماں! میں مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کو ملنا گوارا نہیں کر سکتا۔

استقامت

حضورؐ سے ملاقات کے بعد جب والدہ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے پھر مصعبؓ کو صابی مذہب کا طعنہ دیکر راہ راست سے ہٹانے کی کوشش کی حضرت مصعبؓ نے سمجھایا کہ میں خدا اور رسول کے دین پر ہوں جسے خدا نے اپنے اور اپنے رسول کے لے پسند کیا ہے۔ والدہ نے محبت و پیار کے واسطے دیکر کہا کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں نے تمہاری جدائی میں کتنے دکھ اٹھائے جب تم حبشہ گئے تو ایک دفعہ اس وقت میں نے تمہاری خاطر بین کئے اور دوسری مرتبہ تمہارے یثرب جانے پر ماتم کیا مگر تم ذرا احسان شناسی سے کام نہیں لیتے۔ مصعبؓ نے کہا کہ ماں! میں اپنے دین کو تو کسی حالت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ جتنا مرضی مجھے آزما لو۔ والدہ نے قید و بند کی دھمکی دی تو اب کے مصعبؓ نے بھی ذرا سختی سے جواب دیا کہ وہ کسی دھمکی میں نہیں آئیں گے مجبور ہو کر والدہ رونے لگیں اور کہا جاؤ بچے تمہاری مرضی! مصعبؓ کا دل بھی پسیج گیا انہوں نے بہت پیار سے سمجھایا کہ اے میری ماں! میں آپ کا سچا ہمدرد ہوں اور مجھے آپ سے بے حد محبت ہے۔ میری دلی خواہش اور تمنا ہے کہ آپ اسلام قبول کر لیں میری یہ آرزو پوری کر دیں اور خدا کے ایک ہونے اور محمد رسول اللہ صلعم کو اس کا رسول ہونے کی گواہی دے دیں۔

مصعبؓ کی ماں نے کہا ستاروں کی قسم میں تمہارے دین میں ہرگز داخل نہ ہونگی۔ کیا آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دوں؟ اور سب لوگ مجھے پاگل کہیں؟ پس جاؤ تمہیں تمہارے حال پر چھوڑا اور میں اپنے دین پر قائم ہوں۔ (16) آہ! مصعبؓ کے لئے کتنی کڑی تھی یہ آزمائش! مگر انہوں نے بھی خوب استقامت دکھائی آخر چند ماہ حضور صلعم کی صحبت میں گزارنے کے بعد مصعبؓ 12 ربیع الاول کو مدینہ واپس لوٹے۔ مدینہ پہنچ کر آپ پھر اپنی دینی اور تبلیغی سرگرمیوں میں ہمہ تن

مصروف ہو گئے۔ آپ ہی ہیں جنہوں نے مدینہ کو دارالھجرت کے طور پر رسول خدا صلعم کے لئے تیار کیا یہاں تک کہ اگلے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو مصعبؓ کی دلی تمنائیں پوری ہوئیں۔

میدان جہاد میں بہادری اور شجاعت

دشمنان اسلام نے مدینہ میں بھی مسلمانوں کو چین کا سانس نہ لینے دیا اور جلد ہی بدر کا معرکہ پیش آیا۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو یہ شاندار اور اعلیٰ اعزاز بخشا کہ مہاجرین کا بڑا جھنڈا آپ کو عطا فرمایا۔ (17)

غزوہ احد میں بھی نہ صرف صاحب لواء (علمبردار اسلام) ہونیکی سعادت آپ کے حصے میں آئی بلکہ نہایت دلیری اور بہادری سے جان کی بازی لگا کر آپ نے اسلامی جھنڈے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی شاندار مثال قائم کر دکھائی جو تاریخ اسلام میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھی جاتی رہیگی۔ چنانچہ جب احد میں کفار مکہ کے دوبارہ غیر متوقع حملہ کے دوران مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑا تو اسلامی علمبردار مصعب بن عمیرؓ دشمن کے تابڑ توڑ حملوں کے مقابل پر میدان جنگ میں اسلامی علم تھامے ہوئے ڈٹ گئے۔ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے آپ کے آگے پیچھے لڑ رہے تھے کہ عبداللہ بن قیمئہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ابن قیمئہ کے حملہ سے آنحضورؐ بھی گر گئے تو وہ سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا ہے اور اس کا اعلان کر کے اس نے یہ خبر میدان احد میں مشہور کر دی۔ (18)

علم اسلام کی شجاعانہ حفاظت

ابن سعد نے مصعبؓ کی شہادت کی مزید تفصیل اس طرح دی ہے کہ عبداللہ بن قیمئہ نے جو گھوڑے پر سوار تھا نے حملہ آور ہو کر آپ کے بازو پر (جس سے آپ نے جھنڈا تھام رکھا تھا) وار کیا کہ اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ مصعبؓ نے بازو کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جھنڈا بائیں ہاتھ سے تھام لیا۔ ابن قیمئہ نے بائیں ہاتھ پر وار کر کے اسے بھی کاٹ ڈالا تو اس شیر خدا نے دونوں ٹنڈے بازوؤں سے اسلامی پرچم کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور اسے سرنگوں نہیں ہونے دیا اور با آواز بلند اس آیت کی تلاوت کرنے لگے۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضرالله شيئا (آل عمران ۱۴۵)

(ترجمہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہیں اور آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو گئے ہیں اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو تم میں سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہو جانے کے بعد جب مسلمان سراسیمگی کے عالم میں تھے اور مارے غم کے انہیں کچھ سجھائی نہ دیتا تھا اور بعض گھبرا کر اور بددل ہو کر پیچھے بھی ہٹے اس وقت مصعبؓ کا یہ آیت پڑھتے ہوئے جان قربان کر دینا آپ کی کمال بہادری اور شجاعت کو ظاہر کرتا ہے دوسرے لفظوں میں آپ اپنے آخری سانسوں میں بھی انس بن نضرؓ جیسے صحابہ کی طرح مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہو گئے تو اس میں گھبرانے کی کونسی بات ہے اور پیچھے ہٹنے سے کیا حاصل؟ آگے بڑھو اور اسی راہ میں اپنی جانیں نچھاور کر دو جس راہ میں ہمارا آقا اپنی جان قربان کر گیا۔ اور خود مصعبؓ نے اپنی جان کی قربانی پیش کر کے اس پیغام کو عملاً بھی سچا کر دکھایا۔

مصعبؓ کے دونوں ہاتھ قلم دیکھ کر اور اپنے مدمقابل کو بے دست اور مقابلہ سے عاجز پا کر عبداللہ بن قیمئہ گھوڑے سے اتر آیا۔ اور تیسری مرتبہ اپنے نیزہ کے ساتھ آپ پر پوری قوت سے حملہ آور ہوا۔ نیزہ آپ کے بدن کے پار ہو کر ٹوٹ گیا ساتھ ہی مصعبؓ بھی گر پڑے اسلامی جھنڈا گرنے کو تھا کہ لپک کر آپ کے بھائی ابوالروم بن عمیر اور سویبط بن سعد نے پکڑ لیا اور یوں حضرت مصعبؓ نے میدان احد میں آخری دم تک اسلامی جھنڈے کی حفاظت کرتے ہوئے جان دے دی۔ (19)

ابن اسحاق میں یہ روایت بھی ہے کہ مصعب بن عمیرؓ کی شہادت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علیؓ کو دیا۔ (20) بوقت شہادت حضرت مصعبؓ کی عمر 40 سال تھی۔ (21)

وفاءِ عہد

اسلامی جھنڈے کا حق ادا کرنیوالا اور اپنے مسلمان ساتھیوں کو استقامت اور ثبات قدم کی آخری وصیت کرنیوالا یہ مجاہد اپنی شہادت کے وقت بھی پشت کے بل نہیں چہرہ کے بل گرا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی نعش کے پاس پہنچے تو وہ چہرہ کے بل پڑے تھے۔ گویا دم واپسیں بھی اپنے مولیٰ کی رضاء پر راضی اور سجدہ ریز۔ حضور نے ان کی نعش کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

من المومنين رجال صدقوا ماعهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر

وما بدلو تبدیلاہ (الاحزاب ۲۴)

ان مومنوں سے کچھ ایسے ہیں جنھوں نے اپنی نیت کو پورا کر دیا (یعنی لڑتے لڑتے مارے گئے) اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ میں کوئی تزلزل انہوں نے نہیں آنے دیا۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عاشق صادق کو مخاطب کر کے فرمایا "اے مصعب! خدا کا رسول تم پر گواہ ہے (کہ واقعی تم اس آیت کے مصداق اور ان مردان وفا میں سے ہو جنھوں نے اپنے وعدے پورے کر دکھائے) اور روز قیامت تم دوسروں پر گواہ بنائے جاؤ گے"۔ پھر آپ نے اپنے علمبردار حضرت مصعبؓ کو اس آخری ملاقات میں ایک اور اعزاز بھی بخشا۔ آپ نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:۔

"اے میرے صحابہؓ! مصعبؓ کی نعش کے پاس آ کر اس کی زیارت کر لو اور اس پر سلام بھیجو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روز قیامت تک جو بھی ان پر سلام کریگا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے"۔ (22)

اے مصعب بن عمیرؓ! تجھ پر سلام اے مبلغ اسلام اور اسلامی جھنڈے کے وفا شعار محافظ تجھ پر ہزاروں سلام۔

شہیدِ احد، ماں باپ کے نازو نعم کے پالے مصعبؓ کا اس عالم بے ثبات سے رخصتی کا منظر بھی دیدنی تھا اور مکہ میں بہترین لباس زیب تن کرنیوالے مصعب کو آخری دم پورا کفن بھی میسر نہیں آیا۔

فتوحات کے بعد جب مسلمانوں کو مالی کشائش اور فراخی عطا ہوئی تو صحابہؓ رسولؐ مصعبؓ کی قربانیوں اور اپنی اس بے چارگی کا عالم یاد کر کے اکثر رو پڑتے تھے کہ ہم اپنے بھائی مصعبؓ کو پورا کفن بھی مہیا نہ کر سکے تھے۔ چنانچہ حضرت خبابؓ کہا کرتے تھے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محض رضائے الہٰی کی خاطر ہجرت کی اور ہمارا اجر اللہ کے ذمہ ہو گیا۔ مگر ہم میں سے بعض فوت ہو گئے اور انہوں نے اس اجر سے دنیا میں کوئی حصہ نہیں پایا۔ ان میں ایک مصعب بن عمیرؓ بھی تھے جو احد کے دن شہید ہوئے اور ہمیں ان کے کفن کے لئے سوائے ایک چادر کے کچھ میسر نہ آیا۔ اور چادر بھی اتنی مختصر کہ اس سے مصعبؓ کا سر ڈھانکتے تو پاؤں نظر آنے لگتے اور پاؤں ڈھانکتے تو چہرہ ننگا رہتا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر ڈھانک دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال کر انہیں دفن کیا۔ (23)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے سامنے ایک دفعہ جب روزہ کی افطاری کے وقت اعلیٰ قسم کا کھانا پیش کیا گیا۔ (شاید انہیں مسلمانوں کی کم مائیگی کا وہی وقت یاد آ گیا)۔ تو کہنے لگے مصعب بن عمیرؓ شہید ہوئے وہ مجھ سے بدرجہا بہتر تھے۔ مگر انکے کفن کیلئے صرف ایک چادر میسر آئی۔ مگر ہمارے لئے دنیا اتنی فراخ کر دی گئی کہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہمارے نیکیوں کے بدلے اسی دنیا میں ہی نہ دے دیئے جائیں۔ پھر آپ رونے لگ پڑے اور کھانا نہیں کھایا۔ (24)

مگر جب میں ان پوشاکوں اور خلعتوں کا سوچتا ہوں جو اس شہیدِ احد کو رب العزت کے دربار میں عطا ہوئی ہونگی تو بے اختیار دل سے پھر یہ صدا بلند ہوتی ہے کہ آفرین صد آفرین۔

اے اسلام کے عظیم الشان بطل جلیل مصعب بن عمیرؓ تجھ پر آفرین کہ تو نے ہم نوجوانوں کے لئے اپنے خوبصورت نمونے سے، ماں باپ کی قربانی، مال و دولت کی قربانی، سادگی، وفا ایثار اور کامیاب دعوت الی اللہ کے شاندار سبق رقم کر کے دکھا دیئے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حواشی

1۔اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔ جلد 4 صفحہ 368

2۔الطبقات الکبریٰ دار صادر بیروت۔ جلد 3 صفحہ 116

3۔اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔ جلد 4 صفحہ 368

4۔الاصابہ فی تمییز الصحابہ مطبوعہ 1853ء دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ جلد 6 صفحہ 101

5۔الطبقات الکبریٰ دار صادر بیروت۔ جلد 3 صفحہ 116

6۔اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔ جلد 4 صفحہ 370

7۔الطبقات الکبریٰ دار صادر بیروت۔ جلد 3 صفحہ 117

8۔الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 315

9۔سیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 187۔186 مع تفسیر الروض الانف دار المعرفہ بیروت لبنان۔

10۔الطبقات الکبریٰ دار صادر بیروت۔ جلد 3 صفحہ 118

11۔سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 185۔ دار المعرفہ بیروت لبنان

12۔اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔ جلد 4 صفحہ 370

13۔الطبقات الکبریٰ دار صادر بیروت۔ جلد 3 صفحہ 118

14۔سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 153۔ دار المعرفہ بیروت لبنان

15۔الطبقات الکبریٰ دار صادر بیروت۔ جلد 3 صفحہ 118۔119

16۔الطبقات الکبریٰ دار صادر بیروت۔ جلد 3 صفحہ 120

17۔الطبقات الکبریٰ دار صادر بیروت۔ جلد 3 صفحہ 120

بقیہ ص 37 پر

مُبارک وہ جو اَب ایمان لایا

حضرت مولوی محمد حسین صاحب رفیق حضرت مسیح موعود

******

حضرت مولوی محمد حسین صاحب ان خوش نصیب افراد میں سے ہیں جن کو حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کا چہرہ مبارک دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہماری خوش بختی ہے کہ ہم میں ایسا بزرگ انسان موجود ہے۔ حضرت مولوی صاحب کی تقریباً ساری عمر دعوت الی اللہ میں گزری ہے۔ آپ آجکل لاہور میں قیام فرما ہیں (وقت تحریر 20 اگست 92ء) وہاں سے قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ وحدت کالونی لاہور نے حضرت مولوی صاحب کے متعلق کچھ واقعات ارسال فرمائے ہیں۔ یہ واقعات حضرت مولوی صاحب کو پڑھ کر سنائے گئے اور اب قارئین کی نظر ہیں۔ اس درخواست کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ایسے خوش نصیب افراد کو تادیر ہم میں موجود رکھے اور ان لوگوں کی برکتوں سے کبھی بھی ہمیں محروم نہ کرے۔ آمین۔

ایک رؤیا

1912ء اور 1913ء میں دونوں سال میں ......اقصیٰ قادیان میں اعتکاف بیٹھا۔ 1913ء کے رمضان شریف کے آخری عشرے میں جب میں اعتکاف بیٹھا تو ستائیسویں رات کو آسمان ابر آلود تھا۔ اور حضرت خلیفہ المسیح الاول...... نے بعد نماز عشاء و تراویح پیغام بھیجا کہ آج معتکفین خوب دعائیں کریں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے خوب دعائیں کی گئیں۔ اس رات خواب میں معتکفین نے مختلف خوابیں دیکھیں۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خلیفہ اول...... درس فرما رہے ہیں۔ غالباً چھبیسواں پارہ تھا۔ قطب کی طرف حضور کا چہرہ مبارک تھا اور ہم سب لوگ قرآن کریم کھولے درس سن رہے ہیں۔ حضرت میاں محمود احمد...... صاحب بڑی تیزی کے ساتھ سائیکل پر وہاں پہنچتے ہیں اور سب لوگوں نے آپ سے مصافحہ کیا۔ میں نے بھی مصافحہ کیا۔ آخر میں آپ حضرت خلیفہ اول...... کے پاس پہنچے تو حضور نے کرسی پر سے اٹھ کر مصافحہ کیا اور اپنے ہاتھوں سے قرآن میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھوں پر رکھ کر انگلی سے بتایا کہ میاں یہاں تک میں نے درس دیا ہے اور اس

کے آگے آپ شروع کر دیں۔ حضور ایک بنچ پر بیٹھ گئے اور وہاں سے درس شروع کر دیا جہاں سے مولوی صاحب نے چھوڑا تھا۔ یہ نظارہ دیکھنے کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں تہجد میں مشغول ہو گیا۔

13 مارچ 1914ء بروز جمعہ المبارک بوقت دو بجے حضرت خلیفہ اول...... کا نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی میں وصال ہوا۔ اس وقت مولوی محمد علی صاحب نے یہ جھگڑا پیدا کر دیا کہ اب خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے اور بس انجمن ہی خلیفہ ہے۔ حالانکہ آپ خلیفہ اول.... کی بیعت کر چکے تھے۔ مگر آپ کی خلافت کے دوران ہی مولوی صاحب موصوف نے چہ میگوئیاں شروع کر دی تھیں۔ اس کی تفصیل "الحکم" اور "البدر" میں چھپے ہوئے حضرت خلیفہ اول...... کے خطبات میں موجود ہے۔ غرض یہ کہ اس وقت ایک فتنہ کی سی صورت پیدا ہوئی اور جماعت میں اضطراب پھیل گیا۔ اس سے قبل ایسا اضطراب سیدنا حضرت مسیح موعود...... کی وفات پر ہی دیکھنے میں آیا تھا۔ اسی دن اعلان کیا گیا کہ جو روزہ رکھ سکتے ہیں صبح ہفتہ کے روز روزہ رکھیں اور تمام مرد و زن دعاؤں پر زور دیں۔ تا اللہ تعالیٰ ہماری نصرت فرما کر انشراح صدر پیدا کر دے کہ کون خلیفہ ہو۔ اسی روز عصر کی نماز بیت نور میں پڑھی گئی۔ وہ ایک بے نظیر نماز تھی کہ بیت کی چھت پر مومنوں کی گریہ وزاری سے فرشتے بھی آمین کہہ رہے ہوں گے۔ دعاؤں سے بیت کے در و دیوار ہل گئے۔ نماز کے بعد میں تقاریر ہوئیں اور حضرت میاں محمود احمد صاحب کا انتخاب ہوا۔ سوائے مولوی محمد علی وغیرہ غالباً یہ سات نفوس ایسے تھے جو اس نظارے کی تاب نہ لا کر البیت النور سے باہر چلے گئے حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں مولوی محمد علی صاحب کے حامیوں کے چند نفوس پر مشتمل گروہ اور بہت سے غیر احمدی احباب بھی باقاعدہ شامل ہوئے۔ مغرب سے قبل حضرت اقدس مسیح موعود...... کے پہلو میں جنازہ دفن کیا گیا اور تمام احباب واپس آ گئے۔ وہ وقت بھی خوشی اور غم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ ایک عجیب سی کیفیت پیدا کر رہا تھا۔ جو کہ بیان سے باہر ہے یعنی ایک طرف تو وفات کا غم اور دوسری طرف نئے خلیفہ کی خوشی آخر مغرب کی اذان ہوئی اور روزہ افطار کیا گیا۔ جب دوبارہ اقصیٰ میں اسی جگہ پر کھڑے ہو کر جہاں خلیفہ اول...... درس دیا کرتے تھے خلیفہ المسیح الثانی...... نے قرآن کریم کھولا تو پہلے وہی الفاظ ادا فرمائے۔ جو میری خواب میں تھے کہ دوستو! اس جگہ تک حضرت خلیفہ اول...... نے درس دیا تھا اب میں اس سے آگے شروع کرتا ہوں۔ اور پھر درس دینا شروع کر دیا۔ میرا ایمان تازہ ہو گیا۔ میرا خواب لفظ بلفظ پورا ہو گیا تھا۔ الحمد للہ۔

"میں نے خدا تعالیٰ کا نور کیسے دیکھا؟"

میں ملکانہ کے علاقے میں نگلہ گھنو ضلع ایٹہ اپنے ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ رمضان شریف کے روزے رکھ رہا تھا۔ اور بیس رمضان المبارک بعد نماز عصر وہاں کی بیت میں اعتکاف بیٹھ گیا جب ستائیسویں روزے کی گزشتہ شب نماز تہجد ادا کر رہا تھا تو دعائے قنوت پڑھنے کے بعد مجھے کھڑے کھڑے غنودگی طاری ہو گئی اور اس حالت میں مجھے نور نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ ایسا خوشنما تھا کہ جس کی سفیدی میں کچھ سبز رنگ جھلکتا تھا۔ وہ اتنا تیز ہو گیا کہ میرے منہ سے نکل گیا "بس، بس، بس......" اس خانہ خدا کا محافظ میرے لئے کھانا لایا ہوا تھا۔ اس نے جب "بس، بس، بس....." سنا تو بے تاب ہو گیا کہ مولوی صاحب کو کیا ہو گیا ہے۔ جب اس نے پردہ اٹھا کر اندر دیکھا تو میں سجدہ میں جا چکا تھا۔ ذرا ہوش قائم ہونے پر میں سجدے میں گیا تھا۔ سلام پھیرنے پر اس نے پوچھا مولوی صاحب آپ یہ بس بس بس کس کو کہہ رہے تھے۔ میں نے اسے بتایا کہ میاں صاحب میری بڑی مدت سے خواہش تھی اور میں دعا کرتا تھا کہ مولا کریم جب ہم دعا کرتے ہیں تو کس چیز کو سامنے رکھیں۔ آپ نے اپنے کسی بندے (حضرت موسیٰؑ) کو تو اپنا نور دکھا کر اور اس کو جلوہ دکھا کر اپنا آپ اس پر ظاہر کیا جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور کسی کو انجیر کے درخت سے اپنے وجود کا اظہار کر کے دکھایا (حضرت عیسیٰ) تو میرے مولیٰ اگر آپ ہمیں بھی ایسی تجلی دکھا دیں تو آپ کا کوئی حرج نہیں اور ہمارا ایمان بڑھ جائے گا لہٰذا ایک مدت کے بعد آج خدا تعالیٰ نے یہ تجلی دکھا کر ظاہر کر دیا ہے کہ میں صرف نور ہی نور ہوں جو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ واقعی خدا کے پورے نور کو یہ فانی وجود برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی لئے وہ اپنے پیارے بندوں سے من وراءِ حجاب ہی باتیں کرتا ہے۔ میں نے دعائیں کرتے ہوئے اس لاثانی نور کو سامنے رکھتے ہوئے بہت فائدہ اٹھایا۔

نبی کریمؐ کی زیارت

اس کے لئے بھی بہت دعائیں کیں۔ مولا کریم تیری ہی توفیق سے ہم تیرے دین کی اشاعت اور اس پر عمل کرنے کی تحریک کرتے ہیں مگر آپؐ ہمیں تسلی دلائیں کہ ہمارا درود پڑھنا اور آپؐ کے احسانات دنیا پر بیان کرنا ہمیں بھی کوئی مقام دیتا ہے یا نہیں۔ قدرت خداوندی سے کڑیانوالہ ضلع گجرات میں میری اور گیانی واحد حسین صاحب کی "اسلامی تعلیم عالمگیر ہے" کے موضوع پر تقاریر ہوئیں۔ جلسہ میں ہماری تقاریر ختم ہو گئیں تو ہندوؤں اور غیر از جماعت مسلمانوں نے بہت اصرار کیا اور احمدیوں کو مجبور کیا کہ اپنے مولویوں کی کل پھر تقاریر کرواؤ۔ لہٰذا ہمیں رکنا پڑا اور اس رات ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب کے مکان پر ہم سونے کے لئے چلے گئے۔

ڈاکٹر صاحب بھی ہمارے پاس ہی سوئے ہوئے تھے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک میدان

میں کھڑا ہوں اور ایک بہت بڑا گھوڑا جو بہت خوبصورت اور سرخ رنگ کا تھا اس پر ایک سوار چلا آرہا ہے۔ اس گھوڑے کے پیچھے حضرت مسیح موعود... چلے آرہے ہیں۔ وہ گھوڑا میرا سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ اس گھوڑے پر نبی کریمؐ ہیں۔ اتنا بڑا اور اتنا خوبصورت گھوڑا میرے خیال میں اس دنیا میں نہیں پایا جاتا۔ نبی کریمؐ کے سر پر سونے اور چاندی کا تاج ہے اور بہت خوبصورت لباس ہے۔ گھوڑا اس قدر طاقتور تھا کہ حضورؐ نے دونوں ہاتھوں سے باگیں بڑی مضبوطی سے پکڑ کر گھوڑے کو قابو کر رکھا تھا۔ میرے دل میں وہ نظارہ دیکھ کر ایسا جوش پیدا ہوا کہ میں نے کہا مولا کریم اس تاج پر جب سورج کی روشنی پڑتی ہوگی تو یہ گرم ہوجاتا ہوگا۔ اگر آپ مجھے پر لگادیں تو میں سورج اور تاج کے درمیان آجاؤں اور اپنے پروں سے نبی کریمؐ کو ہوا بھی پہنچاؤں اور سایہ بھی کروں۔ میرے کہنے کی دیر تھی کہ میرے بازو بڑے بڑے پر بن گئے اور میں نے پاؤں سے ذرا اشارہ ہی کیا تھا تو اڑ کر فضا میں عین اسی جگہ پہنچ گیا جہاں کی مجھے خواہش تھی۔ میرے پروں سے حضورؐ پر سایہ ہو رہا تھا۔ جب حضور کو سائے کی ٹھنڈک اور پروں کی ہوا پہنچی تو آپؐ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ میں بھی آپؐ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آپؐ کا چہرہ نہایت ہی خوبصورت تھا اور آپؐ میری طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے گویا خوشنودی کا اظہار فرما رہے تھے۔ اس وقت میں بھی یہ تہیہ کئے ہوئے تھا کہ جدھر جدھر بھی یہ گھوڑا جائے میں بھی ان کے ساتھ ساتھ ان کے اوپر اڑتا چلا جاؤں گا اور پروں سے سایہ کئے رکھوں گا۔ اور ٹھنڈی ہوا بھی پہنچاؤں گا۔ یہ خدمت کر کے میرا دل اتنا خوش ہوا کہ ساتھ ہی آنکھ کھل گئی۔ میں ذرا سا کھانسا تو ڈاکٹر صاحب بھی اٹھ گئے۔ میں نے ان کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے بڑے تپاک سے مبارک باد دی۔

"مجھ پر طاعون کا حملہ اور میری دوسری زندگی"

1910ء میں میں بظاہر طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ جتنے بھی غیر احمدی اس وبا کا شکار ہوئے تھے کوئی بھی جانبر نہ ہوسکا۔ اس وقت جس کو بھی طاعون ہو جاتی اس کی فوراً قبر کھود دی جاتی۔ میرا مرنا بھی مشہور ہوگیا۔ میرے والدین کو اس بات کا شدید صدمہ تھا۔ بار بار خلیفہ اول کے پاس حاضر ہوتے اور میری حالت سے آگاہ کرتے۔ ایک دن میری حالت اتنی خراب ہوئی کہ لمحوں کا مہمان نظر آنے لگا۔ میرے والد صاحب حضرت خلیفہ اول کے پاس نماز ظہر کے وقت پہنچے۔ حضور نے بچے کا حال پوچھا۔ میرے والد صاحب نے جواب دیا اب آخری وقت معلوم ہوتا ہے اور آنسو ٹپکنا شروع ہوگئے۔ حضور نے مصلے پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ میاں صاحب کا بیٹا سخت بیمار ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے دربار میں اس کی صحت کے لئے ایسے درد دل سے دعا کریں جو خدا سن ہی لے اور پھر نماز میں بہت گڑگڑا کر

دعا کی گئی۔ میرے والد صاحب نے فرمایا کہ مجھے یقین ہو چلا کہ اب میرا بچہ ضرور اس موذی مرض سے شفاء پائے گا۔ نماز کے بعد حضور نے بھی والد صاحب کو تسلی دی۔ جب آپ گھر کے پاس پہنچے تو مکرم بابا حسن صاحب کو ملے اور کہنے لگے کہ مجھے آپ کے بیٹے کا بہت افسوس ہے۔ والد صاحب گھبرا گئے۔ گھر آکر پتا چلا کہ بے ہوشی ہے مگر سانس چلتا ہے۔ آپ نے سجدہ شکر کیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے قدرے ہوش آیا اور میں نے اپنا خواب سنانا شروع کیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں فوت ہو گیا ہوں۔ اور مجھے نہلا کفنا کر عید گاہ والے قبرستان میں لے گئے ہیں۔ میری آنکھیں بند ہیں مگر میں سب کو دیکھتا ہوں اور ان کی باتیں سنتا ہوں مگر بول نہیں سکتا۔ میری چارپائی کو قبر کے پاس لے جا کر رکھ دیا ہے اور شیخ جھنڈو خوجہ جو ہمارا ہمسایہ تھا اور اس کی فروٹ کی دوکان بیت اقصیٰ کے کونے پر تھی میری قبر کو صاف کر رہا ہے۔ جب کفن میں سے میں نے اسے صفائی کرتے ہوئے دیکھا اور بلا کر کہا کہ میں نے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آنا ذرا لحد کو خوب صاف کر دو۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے لحد کو خوب صاف کر دیا ہے اور اب میں اس میں باریک ریت بچھانے لگا ہوں کہ لحد تنگ تو نہیں ہے۔ اور پھر اس میں لیٹ جاتا ہے اور مجھے ایک خوبصورت بیت دکھائی دیتی ہے اور میں شیخ صاحب سے کہتا ہوں کہ تم قبر کو اچھی طرح صاف کر دو میں جاتے جاتے نماز آخری مرتبہ بیت میں ادا کر آؤں میں اٹھ کر وہاں چلا گیا اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگا تو مجھے ہوش آگیا اور شیخ صاحب قبر میں ہی رہ گئے۔ تھوڑے وقفے کے بعد شیخ صاحب کے مکان سے رونے کی آواز یکبارگی میرے کان میں پڑی تو میں نے کہا کہ شیخ جھنڈو وفات پا گئے ہیں۔ مگر میری کمزور حالت کو دیکھ کر والدین نے شیخ جھنڈو کی وفات کی خبر مجھ سے چھپائی رکھی مگر میں نے دریافت کر کے ہی چھوڑا کہ واقعی شیخ صاحب قبر میں پہنچ گئے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہو گیا۔

ایک عرب مولوی کا واقعہ

ایک دفعہ غیر احمدیوں نے فیصلہ کیا کہ کسی عربی مولوی کو میرے مقابلے پر لائیں اور اس طرح مجھے شرمندہ کریں۔ چنانچہ ایک اتوار کو ایک مولوی کو بیس روپے دے کر رضامند کر کے میرے کیمپ میں لے آئے اور اسے پانچ روپے بیعانہ کے بھی دے دیئے۔ اس کے بعد اس کو وہاں بٹھا کر مجھے ایک ضروری کام کا جھانسہ دے کر وہاں لے گئے۔ میں نے جاتے ہیں السلام علیکم کہا اور وہاں بیٹھ گیا۔ عربی مولوی صاحب بولے کیف حالک؟ میں نے جواب دیا الحمد اللہ علی کل حال اعوذ باللہ من کل اہل النار۔ میرے جواب پر وہاں بیٹھے ہوئے پنجابی چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ ہمیں تو دونوں میں کسی کی بات بھی سمجھ نہیں آئی۔ میں نے کہا پھر تو یہاں سب باتیں عربی میں ہی ہوں گی اس پر وہ عربی مولوی صاحب کو بلا کر باہر لے گئے اور دیئے ہوئے

بیعانہ پر ہی اکتفا کر لیا اور اس طرح پندرہ روپے بچا لئے بعد میں ایک دوست نے آکر مجھے سارا ماجرا سنایا کہ جب آپ نے عربی مولوی کے چھوٹے سے سوال کا اتنا لمبا جواب دیا تو ہم سمجھ گئے تھے کہ عربی مولوی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہذا ہم نے پندرہ روپے کی کفایت کر لی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا کیونکہ اس نے اس وقت میری عزت رکھی تھی کیونکہ اس وقت میں عربی سے ناواقف تھا۔

صاحب ایمان ہونے کی دلیل

ایک دفعہ میں ملازمت کے سلسلہ میں کسی جگہ گیا جہاں کہ میں اکیلا ہی احمدی تھا۔ جب مجھے وہاں رہتے ہوئے تین چار دن گزر گئے تو بعض آدمیوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نماز پڑھنے کیوں نہیں آتے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ میرا چونکہ ان سے پورا تعارف نہیں تھا نیز حضور اور قادیان سے دور تھا۔ کوئی خونی رشتے دار بھی وہاں نہ تھا۔ اس لئے طبیعت بہت اداس رہتی اور بڑی خاموشی سے زندگی گزر رہی تھی۔ اس کارخانے میں جہاں میں کام کرتا تھا۔ دو ہزار ملازم تھے جن میں سے نوصد کے قریب مسلمان تھے۔ ان میں میں اکیلا احمدی تھا۔ اس لئے میں نے ان کو اپنی علیحدہ نماز کے بارے میں نہ بتایا۔ ایک دن پھر انہوں نے یہی سوال کیا کہ آپ دوسرے لوگوں کو مسئلے بتاتے ہیں۔ نماز پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ رات کو نفل بھی پڑھتے ہیں اور داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے۔ مولوی معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ یہ بتادیں کہ آپ مسجد میں نماز کیوں نہیں پڑھتے میں نے آج خاموش رہنا مناسب نہ سمجھا اور ان پر ظاہر کر دیا کہ میں احمدی ہوں اور میری نماز ان لوگوں کے پیچھے نہیں ہوتی۔ ایک دن مجھے سخت گھبراہٹ ہوئی اس خیال سے کہ صاحب ایمان کبھی اکیلا نہیں رہتا۔ جبکہ میں اکیلا ہوں۔ مجھے اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ کیا میں صاحب ایمان میں شامل نہیں ہوں۔ اس خیال سے دل میں بڑا جوش پیدا ہوا۔ میں دریا کے کنارے پر چلا گیا اور دعا کرنے لگ گیا کہ اے مولا کریم اگر میں صاحب ایمان نہیں ہوں تو اپنے زور سے تو نہیں بن سکتا۔ مجھے صاحب ایمان بنانا بھی تیرا کام ہے۔ میری تو تیرے دربار میں التجا ہے کہ میری نصرت فرما۔ غرض یہ کہ دعا سے مطمئن ہونے کے بعد اپنے ڈیرے پر آگیا۔ اس سے اگلے دن نصف شب ایک بڑا شریف اور نمازی آدمی احمد دین میرے پاس آیا جو کہنے لگا۔ مولوی صاحب میری بیعت لے لیں۔ میں بڑا حیران ہوا کہ یہ شخص کون ہے جو نصف شب کے قریب مجھے جگا کر یہ کہہ رہا ہے کہ میری بیعت لے لیں میں نے موم بتی جلائی اور بڑی محبت سے اپنے پاس بٹھایا۔ اور پوچھا کہ اب بتائیں کہ کیا بات ہے۔ اس نے بتایا کہ میں بعد نماز عشاء درود شریف پڑھ کر سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو بزرگ میرے پاس آئے ہیں۔ ایک بزرگ نے کہا کہ تم چونکہ درود شریف پڑھتے ہو اس لئے یہ دوسرے بزرگ حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی تمہارے پاس

بقیہ ص 37 پر

حاصلِ مطالعہ

اُمّتِ مُسلمہ کا افتراق

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر اس وحی خداوندی کی روشنی میں ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی جس سے مقصود یہ تھا کہ آنے والی نسلیں اس پیش کردہ قرآنی تعلیم پر قولاً اور فعلاً ایمان لاسکیں۔ لیکن افسوس کچھ ہی عرصہ بعد امت مسلمہ وحی کے اس متعین کردہ راستے پر گامزن نہ رہی اور آہستہ آہستہ اس کی حالت بھی اس اونٹنی کی سی ہو گئی جو کمزور و ناتواں ہونے کے باعث اپنے قافلے کا ساتھ نہیں دے سکتی اور مضمحل ہو کر بیٹھ جاتی ہے۔

جب امت مسلمہ نے وحدت و یکجہتی کے مشرب کو خیر باد کہہ دیا اور امت واحدہ فرقوں میں تبدیل ہو گئی تو ہمارے کام میں ہزاروں رخنے پڑنے شروع ہو گئے۔ ہماری کامیابی کا راز ملت کی وحدت میں تھا جب یہ وحدت گئی تو ہماری سرفرازیاں بھی ختم ہو گئیں ہم تعداد کے لحاظ سے تو کثیر ہیں لیکن ستاروں کی طرح بکھرے ہوئے انفرادی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم بظاہر ایک دوسرے سے واقف اور قریب ہیں لیکن در حقیقت ایک دوسرے سے بیگانہ ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک الگ الگ راستے پر چلتا اور اپنی اپنی مفاد پرستیوں کے محور کے گرد گھومتا ہے''۔

(''مذہبی اور سیاسی فرقہ بندی'' از محمد اشرف ظفر صاحب صفحہ ۱۷-۱۸)

سپورٹس

دُنیائے کھیل

کشتیوں کی تاریخ ۔ بھارت کا کمسن کرکٹر اور انگلستان کا شہرۂ آفاق فُٹ بالر

آج کل انگلستان میں اگرچہ پال گسگون فٹ بال کے حلقوں میں عالمی کپ میں اپنی کارکردگی کی وجہ سے موضوع گفتگو بنے ہوئے ہیں لیکن ان کے ایک اور ساتھی گیری لنی کر کو اگر انگلستان کا مقبول ترین فٹ بالر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ انگلستان کے اخبارات نے انہیں قوم کا پسندیدہ ترین سپوت قرار دیا ہے اور انہیں انگلستان کی کھیلوں کی دنیا کی "نفیس ترین شخصیت" کا خطاب دیا ہے۔ یہ خطاب انہیں کھیل میں ان کی خوش مزاجی اور شرافت کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ کھیل کے میدان میں ان کا رویہ اور انداز کتنا شائستہ ہوتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے پندرہ سال کے فٹ بال کیریئر میں انہیں ایک مرتبہ بھی ریفری نے تنبیہ کے طور پر کسی بھی قسم کا کارڈ نہیں دکھایا ہے جو ایک ناقابل یقین اور قابل رشک حقیقت ہے اور نوجوان کھلاڑیوں کے لئے ایک رشک آفرین مثال ہے کہ ہر قسم کے دباؤ کی صورت حال میں بھی کھلاڑیوں کو اپنے حواس پر قابو رکھنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیئے۔

گیری لنی کر 1986ء کے میکسیکو عالمی کپ میں ٹورنامنٹ کے سب سے زیادہ گول کرنے والے کھلاڑی ثابت ہوئے تھے۔ لنی کر نے بین الاقوامی مقابلوں میں 45 گول اسکور کئے ہیں اور اگر وہ چار گول مزید بنالیں تو وہ انگلستان کے ایک اور شہرہ آفاق کھلاڑی بابی چارلٹن کے ریکارڈ کو برابر کرلیں گے۔ سال کا بہترین فٹ بالر قرار دیئے جانے کے علاوہ انگلش لیگ میں سب سے زیادہ گول کرنے پر انہیں سونے کے جوتے بھی انعام میں دیئے گئے ہیں۔

بھارت کے کم سن کرکٹ کھلاڑی سچن ٹینڈولکر

بھارت کے کرکٹ کے کھلاڑی سچن ٹینڈولکر کی عمر صرف ساڑھے اٹھارہ سال ہے لیکن وہ کرکٹ کی باریکیوں اور اسرار و رموز کا جتنا ادراک اور ان پر عبور رکھتے ہیں اس کے لئے بسا اوقات اٹھارہ سال کا تجربہ درکار ہوتا ہے۔ اتنی کم عمری میں بھارتی کرکٹ ٹیم کے ذمہ دار بیٹسمین کی حیثیت اختیار کرنے کی وجہ سے ان کا لڑکپن شاید آئے بغیر ہی گزر گیا ہے اور وہ براہ راست بلوغت کے عہد میں

قدم رکھ چکے ہیں۔ ہمجولیوں کے ساتھ گلیوں میں کھیلنے کی عمر میں وہ اپنی قومی کرکٹ ٹیم میں نہایت کامیابی سے دنیائے کرکٹ میں اپنا لوہا منوار ہے ہیں۔

سچن ٹنڈولکر کرکٹ کی تاریخ میں ٹیسٹ کھیلنے والے دنیا کے تیسرے کم سن ترین کھلاڑی ہیں۔ ان سے قبل یہ اعزاز پاکستان کے مشتاق محمد اور عاقب جاوید کو حاصل رہا ہے۔ لوگ انہیں بھارت کا ایک اور سنیل گواسکر قرار دیتے ہیں لیکن ٹنڈولکر کا کہنا ہے کہ میرا اور گواسکر کا کوئی موازنہ نہیں ہوسکتا کیونکہ گواسکر نے 125 ٹیسٹ کھیلے ہیں اور میں نے صرف دس اور جب تک میں ان کے برابر ٹیسٹ نہ کھیل لوں میں نہیں سمجھتا کہ مجھے ان سے موازنہ کا استحقاق حاصل ہوسکتا ہے اور یہ کہ فنی اور تکنیکی اعتبار سے گواسکر ہی میری راہنمائی کرتے رہتے ہیں۔

سچن کی ٹیم کے ارکان ابتدا میں انہیں میراڈونا کے نام سے پکارتے تھے لیکن جب میراڈونا کو مختلف قسم کے جرائم میں ملوث پایا گیا ہے تو اب انہیں سچن کے نام سے ہی پکارا جانے لگا ہے۔ ٹنڈولکر نے اپنا پہلا اول درجہ کا میچ دسمبر 1988ء میں کھیلا اور بمبئی کی ٹیم کے لئے ناقابل شکست سنچری سکور کی لیکن اس وقت ان کی بیٹنگ دیکھنے والے لوگوں کی تعداد بڑی محدود تھی لیکن دو سال بعد ان کا کھیل دیکھنے کے لئے اسٹیڈیم شائقین سے پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ ان کے کھیل میں ایسی کشش اور جاذبیت ہے کہ شائقین دم بخود اسٹیڈیم میں جمے رہتے ہیں۔ اس کی گواہی سیالکوٹ ٹیسٹ اور مانچسٹر ٹیسٹ دیکھنے والے شائقین بخوشی دے سکتے ہیں۔ ان کی عمر صرف سولہ سال تھی جب انہوں نے سیالکوٹ ٹیسٹ میں بھارت کو فتح دلائی اور ان کی عمر صرف سترہ برس تھی جب شدید بحران میں انہوں نے مانچسٹر ٹیسٹ میں بھارت کے لئے بیٹنگ کی۔ ٹینڈولکر کی آمد سے بھارت میں کرکٹ میچ کے ٹکٹوں کی فروخت میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے اور اب لوگ ٹکٹ خرید کر اسٹیڈیم میں انہیں کھیلتے ہوئے دیکھنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں بجائے اس کے کہ ٹی وی پر میچ دیکھ کر لطف اندوز ہوں۔ اور اب صورت حال یہ ہے کہ جب بمبئی یا بھارت میں کسی اور جگہ کوئی مقامی نوعیت کا میچ ہو رہا ہو اور ٹینڈولکر بھی ٹیم میں موجود ہوں تو گراؤنڈ میں بیس سے تیس ہزار شائقین کا آنا معمولی بات ہے۔ منتظمین کا کہنا ہے کہ ٹینڈولکر کی موجودگی سے ہمیں خاصا مالی منافع ہوتا ہے اور ہماری خواہش ہوتی ہے کہ وہ کم از کم سنچری اسکور کریں۔ حالیہ شارجہ کپ کرکٹ ٹورنامنٹ میں ٹینڈولکر ایک اچھے میڈیم پیسر کے روپ میں بھی سامنے آئے اور اپنی نپی تلی باؤلنگ سے بیٹسمینوں کو خوفزدہ کرتے رہے۔ انہوں نے محتاط کھیل، کھیل کر اہل ذوق و اہل نظر شائقین کو داد دینے پر مجبور کیا۔ ٹینڈولکر کو اس وقت دنیائے کرکٹ کے چند بہترین کھلاڑیوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

کُشتی

تاریخ اور ریکارڈ

کشتی کی تاریخ نہایت قدیم ہے۔ کس قدر قدیم ہے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ کشتیاں تقریباً

260 قبل مسیح سے ہو رہی ہیں۔

اولمپکس میں انہیں نہایت مقبول کھیل کی حیثیت حاصل تھی۔ ان کی فتوحات کا ریکارڈ 708 قبل مسیح تک کا ملتا ہے۔ گریکو رومن طرز کی کشتیاں اصلاً فرانسیسی طرز کی ہیں اور ان کے عام اور مقبول ہونے کا دور 1860ء سے شروع ہوا۔ جب کہ بین الاقوامی سطح پر مقابلوں کے لئے 1912ء میں انٹر نیشنل امیچر ریسلنگ فیڈریشن کی بنیاد رکھی گئی۔ سب سے زیادہ اولمپکس اعزازات حاصل کرنے والے پہلوانوں میں سویڈن کے کارل ویسٹر گرین ہیں۔ انہوں نے تین مرتبہ یہ ٹائیٹل جیتے جو 1920ء، 1924ء اور 1932ء کے اولمپکس میں حاصل کئے گئے۔ جب کہ دوسرے آئیور جانسن تھے جو ان کے ہم وطن تھے۔ انہوں نے 1932ء کے اولمپکس میں دو مرتبہ اور 1936ء کے اولمپکس میں ایک بار یہ اعزاز حاصل کیا۔ تیسرے روسی پہلوان الیگزینڈر میڈیوڈ (پیدائش 16 ستمبر 1937ء) ہیں جنہوں نے 1964ء، 1968ء اور 1972ء کے اولمپکس میں یہ اعزازات اپنے کیریئر میں شامل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

چار اولمپک میڈل جیتنے والے پہلوانوں میں آئینو لینو (پیدائش 7 اپریل 1891ء) نے فری سٹائل کشتی میں 1920ء سے 1932ء کے دورانیے میں یہ تمغے جیتے جب کہ گریکو رومن کشتی میں ہنگری کے آئیمر پولیاک نے 64۔ 1952ء کے دوران یہ نشاناتِ فتح اپنے سینے پہ سجائے۔

عالمی سطح کے مقابلے

اس سلسلے میں صرف دو پہلوانوں کے نام لئے جاسکتے ہیں۔ دونوں ہی کا تعلق سابقہ سوویت یونین سے ہے۔ ایک تو وہی الیگزینڈر میڈیوڈ ہیں۔ دوسرے ویلیری ریز نتسوف ہیں۔ الیگزینڈر نے 64۔ 1962ء اور پھر 1966ء تا 1972ء عالمی سطح پر فتوحات کا ناقابل شکست ریکارڈ قائم کیا۔ اس میں مختلف اوزان کی درجہ بندیاں تھیں۔ جب کہ ویلیری نے ان کے برابر سات سال تک مسلسل یہ اعزازات حاصل کئے۔ یہ عرصہ 1970ء تا 1976ء کے دورانیے پر محیط ہے۔ اس میں ویلیری نے 90 کلو گرام کلاس کے مقابلے جیتے۔ جب کہ انہوں نے اس دوران 1972ء اور 1976ء کے اولمپکس میں بھی اپنی فتح کے جھنڈے بلند کئے۔ سب سے زیادہ اعزازات حاصل کرنے والے برطانوی پہلوانوں میں کینتھ ایلن رچمنڈ کا نام لیا جاسکتا ہے۔ کینتھ کا نام ان کے طویل دورانیے کے حساب سے بھی ممتاز ہے۔ کینتھ نے ایک ہی یعنی ہیوی ویٹ کلاس میں دس بار یہ اعزاز حاصل کیا اور ان کا عرصہ 1949ء سے 1960ء تک گیارہ سال بنتا ہے لیکن دوسرے برطانوی پہلوان جنہوں نے برٹش امیچر ریسلنگ ایسوسی ایشن کا اعزاز 24 سال تک یعنی 1909ء سے 1933ء تک اپنے پاس رکھا جارج میکنزی ہیں۔ انہوں نے پانچ مرتبہ 1908ء تا 1928ء برطانیہ کی نمائندگی کی اور اولمپکس میڈل لے کر واپس ہوئے۔

بین الاقوامی فتوحات

بین الاقوامی سطح پر ہونے والے مقابلوں میں جاپان کے اوسامو وتنابی نے 1964ء کے اولمپکس میں 63 کلوگرام درجہ بندی فری اسٹائل کشتی میں 189 مقابلوں میں حصہ لیا اور پھر کسی بھی مقابلے میں شکست نہیں کھائی۔

طویل ترین مقابلے

کشتی کے مقابلے اس لحاظ سے خاصے دلچسپ ہوتے ہیں کہ کبھی تو چند منٹ کے اندر ختم ہو جاتے ہیں کبھی آخری راؤنڈ تک بھی فیصلہ نہیں ہوتا اور تجسس اور دلچسپی برقرار رہتی ہے۔ دنیا کی تاریخ کا طویل ترین کشتی مقابلہ 1912ء میں اسٹاک ہوم (سویڈن) میں منعقد ہوا جو گیارہ گھنٹے 40 منٹ تک جاری رہا۔ اس میں مارٹن کلین (روس) اور الفرڈ ایسکینین (فن لینڈ) خم ٹھونک کر مدمقابل آئے تھے۔ یہ گریکو رومن کشتی تھی جو 75 کلوگرام درجہ بندی میں تھی۔ اس میں نقرئی تمغے کا انعام رکھا گیا تھا۔ اس میں روسی پہلوان نے فن لینڈ کے پہلوان کو شکست دی اور نقرئی تمغہ جیت لیا۔ (مرسلہ اظہر احمد۔ جرمنی)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:-
''زبان کی حمد خدا نہیں سنتا جب تک کہ اس کے نتیجہ میں اطاعت کی روح پیدا ہو کر اعمال میں نہ ڈھل جائے''۔ (الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۹۱ء خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ جولائی ۱۹۹۱ء)

بقیہ از ص..... 26

18- سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 153 دار المعرفہ بیروت لبنان
19- الطبقات الکبریٰ دار صادر بیروت۔ جلد 3 صفحہ 120
20- سیرت ابن ہشام مع تفسیر الروض الانف جلد 3 صفحہ 153
21- اکمال فی اسماء الرجال ذکر مصعب بن عمیرؓ
22- اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ دار احیاء التراث العربی بیروت جلد 4 صفحہ 370
23- بخاری کتاب الجنائز و کتاب المغازی
24- بخاری کتاب الجنائز

بقیہ از ص..... 32

تشریف لائے ہیں۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے آگے بڑھ کر حضور کا ہاتھ چومنے کی کوشش کی تو آپ نے ہاتھ نہ دیا اور فرمایا کہ اب میرا زمانہ نہیں۔ میں نے پوچھا حضور پھر کس کا زمانہ ہے۔ حضور نے فرمایا آؤ میرے ساتھ چلو میں تمہیں بتاؤں کہ کس کا زمانہ ہے۔ میں ساتھ چل پڑا تو حضور مجھے ہاتھ پکڑ کر آپ کے پاس لے آئے۔ میرا ہاتھ پکڑ کر آپ کے ہاتھ میں دے دیا اور خود غائب ہو گئے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اب میں آپ کے پاس آگیا ہوں۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ اب آپ آرام کریں صبح میں آپ کو بتاؤں گا کہ اب کس کا زمانہ ہے۔ صبح کی نماز کے بعد وہ پھر آگئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اب مسیح موعود..... کا زمانہ ہے۔ اب انکے دوسرے خلیفہ قادیان میں ہیں۔ آپ ان کی بیعت میں شامل ہو جائیں۔ اس نے بخوشی بیعت کر لی اور اپنا بستر بھی اٹھا کر میرے پاس لے آئے۔ مجھے بھی بڑی خوشی ہوئی کہ الحمد للہ خدا نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔

رات دن کرتا ہوں باتیں اس تری تصویر سے

میں بھی گھائل ہوں تری پیاری نظر کے تیر سے
بے نیازی اپنی تھی فتراک کے نخچیر سے

مشکلیں آسان ہوں گی راہروِ منزل تیری
اک تعلق چاہیئے اس مالکِ تقدیر سے

ہائے لطفِ دست بوسی ہائے لطفِ بزمِ یار
لذتِ دیدار افضل لذتِ تقریر سے

سامنے کی میز پر میں نے سجا رکھی ہے جو
رات دن کرتا ہوں باتیں اس تری تصویر سے

دل اگر آباد ہے تو اک تمہاری یاد سے
عشق کی شمع ہے روشن حسن کی تنویر سے

دشمنِ اسلام ہو یا کوئی غدّارِ وطن
بچ نہیں سکتا کبھی اللہ کی تعزیر سے

آنکھ پرنم، دل فسردہ اور نگاہ خاموش ہے
جانے کب آزاد ہوگا وقت کی زنجیر سے

ظلم و استبداد سے یا جبر کی شمشیر سے
شمعِ حق بجھنے نہ پائے گی کسی تدبیر سے

یہ حقیقت بھی رہے پیشِ نظر اے دوستو
دیں کی ہوگی آبیاری نالہ شب گیر سے

ان کے خط میں کس نے لکھا ہے مجھ ایسے کو سلام
ہائے یہ شفقت مجھ ایسی خاک پر تقصیر سے

دیدہ و دل فرشِ راہ رہتا ہوں جن کے واسطے
کام کیوں وہ لے رہے ہیں اے خدا تاخیر سے

اپنے حالِ دل سے میں کچھ اس طرح بے حال ہوں
پوچھتا ہوں حالِ دل میں ہر دلِ دلگیر سے

کاش پہنچا دے کوئی احسن انہیں میرا پیام
دیر سے محروم ہوں پیارے تیری تحریر سے

(سید احسن اسمعیل صدیقی۔ گوجرہ)

نصاب امتحانات خدام الاحمدیہ

نصاب مبتدی

۱۔ ارکان ایمان کے متعلق دلائل مثلاً ہستی باری تعالیٰ، ملائکہ وغیرہ۔ ۲۔ ارکان اسلام۔ ۳۔ نماز سادہ و با ترجمہ، نماز کے بعد کی دعائیں اور دیگر مسنون دعائیں۔ جیسے اذان کے بعد کی دعا، ... میں داخل ہونے کی اور نکلنے کی دعا، دعائے قنوت۔ ۴۔ دعائے نماز جنازہ۔ ۵۔ قرآن کریم ناظرہ۔ ۶۔ وفات مسیح، اجرائے نبوت، اور صداقت مسیح موعود کے بارہ میں آیات، احادیث اور عقلی دلائل پر مشتمل کم از کم تین تین دلیلیں زبانی یاد کرنا۔ ۷۔ خادم کا عہد۔

یہ امتحان ہر سال ہوا کرے گا اور جو خادم اس امتحان کو پاس کرلیں گے وہ سابق کا امتحان دے سکیں گے۔

نصاب سابق سال سوم

اس سال سابق سال سوم کا امتحان ہوگا۔ نصاب یہ ہے۔

ترجمہ قرآن کریم: پارہ ۱۱تا۱۵ حفظ قرآن:۔ سورۃ الصف۔ سورۃ الجمعہ حدیث:۔ "حدیقۃ الصالحین" حدیث ۱۰۱ تا ۲۰۰

کتب سلسلہ:۔ تحفہ گولڑویہ۔ خلافت راشدہ۔ وائٹ پیپر پر خطبات۔ دستور اساسی خدام الاحمدیہ

سالانہ مقالہ نویسی

"میرے ضلع میں احمدیت"

آخری تاریخ ۱۶ اگست ۱۹۹۳ء الفاظ. پچیس سے تیس ہزار

ذیلی عناوین (یہ صرف رہنمائی کے لئے ہیں. مضمون کو پھیلایا جا سکتا ہے)

O تعارف ضلع (تاریخ، جغرافیائی)۔ O احمدیت کا پیغام کس طرح پہنچا۔ O سب سے پہلے احمدی اور ان کے حالات۔

احمدیت کی ترقی مختلف ادوار میں

O دور حضرت مسیح موعود O دور خلافت اولی O درو خلافت ثانیہ O دور خلافت ثالثہ O دور خلافت رابعہ

O ضلع میں تنظیمی ڈھانچے کا قیام واستحکام O ذیلی تنظیموں کا قیام O مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام اور ترقی کے مختلف ادوار O ابتلاؤں کے دور میں احباب جماعت کا ثبات قدم O دور ابتلاء کے بعد ترقی O مالی قربانیوں میں احباب جماعت کا حصہ۔

ضلع میں جماعت احمدیہ کی تائید میں ظاہر ہونے والے نشانات وواقعات

O رفقائے حضرت مسیح موعود کے مختصر حالات۔ O شہدائے احمدیت (تعارف وواقعات)۔ O اسیران راہ مولا (تعارف وواقعات)

سہ ماہی مقابلہ جات مضمون نویسی

زیادہ سے زیادہ الفاظ: پانچ ہزار

اول: استقامت آخری تاریخ ۱۵ جنوری ۱۹۹۳ء دوم: عجزوانکسار آخری تاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۹۳ء

سوم: توکل علی اللہ آخری تاریخ ۱۵ جولائی ۱۹۹۳ء چہارم: انفاق فی سبیل اللہ آخری تاریخ ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۳ء

مطالعہ کتب ۹۳-۹۲ء

جنوری۔ فروری:۔ "ایام الصلح" و "راہ ھدی" مارچ:۔ "ضرورۃ الامام" و "کیا احمدی سچے مسلمان نہیں"۔ اپریل:۔ "توضیح مرام" و "ولکن مشبہ لھم"۔ مئی:۔ "ایک غلطی کا ازالہ" و "کتاب محفوظ"۔ جون:۔ "تحفہ الندوہ" و "فاتح قادیان"۔ جولائی:۔ "کشف الغطاء" و "بازاری تمسخر"۔ اگست:۔ "فتح اسلام" و "فتح مباہلہ"۔ ستمبر:۔ "راز حقیقت" و "حضرت عیسی کی توھین"۔ اکتوبر:۔ "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" و "فیصلہ قرآن وسنت کا چلے گا"۔

واقفین کے والدین پر عائد ہونیوالی ذمہ داری

بہت سے والدین مجھے لکھ رہے ہیں کہ ان بچوں کے متعلق ہمیں کرنا کیا ہے تو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس کے دو حصے ہیں۔ اوّل یہ کہ جماعت کی انتظامیہ نے کیا کرنا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ بچوں کے والدین نے کیا کرنا ہے؟ جہاں تک انتظامیہ کا تعلق ہے اس کے متعلق وقتاً فوقتاً میں ہدایات دیتا رہا ہوں اور جو جو نئے خیال میرے دل میں آئیں یا بعض دوست مشورے کے طور پر لکھیں ان کو بھی اس منصوبے میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں تک والدین کا تعلق ہے آج میں اس ذمہ داری سے متعلق کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔

خدا کے حضور بچے کو پیش کرنا ایک بہت ہی اہم واقعہ ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اور آپ یاد رکھیں کہ وہ لوگ جو خلوص اور پیار کے ساتھ قربانیاں دیا کرتے ہیں وہ اپنے پیار کی نسبت سے ان قربانیوں کو سجا کر پیش کیا کرتے ہیں۔

والدین واقفین ان باتوں کا خیال رکھیں

حضور انور نے فرمایا:-

"میں نے اپنے وسیع تجربے میں دیکھا ہے کہ ایشیا میں خصوصیت کے ساتھ یہ عادت بہت زیادہ پائی جاتی ہے کہ ایک چیز کا اندازہ لگا کر اس کو واقعات کے طور پر بیان کر دیتے ہیں.... اس لئے اس بات کی بچپن سے عادت ڈالنی چاہیے کہ جتنا علم ہے اس کو علم کے طور پر بیان کریں۔ جتنا اندازہ ہے اس کو اندازے کے طور پر بیان کریں۔ اور اگر بچپن میں آپ نے یہ عادت نہ ڈالی تو بڑے ہو کر پھر دوبارہ بڑی عمر میں اسے رائج کرنا بہت مشکل کام ہوا کرتا ہے"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء)

نتیجہ مقابلہ بین الاضلاع،
مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان
۱۹۹۱ء — ۹۲

سال ۹۲-۱۹۹۱ء میں کارکردگی کے لحاظ سے مقابلہ بین الاضلاع مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان میں حسب ذیل تفصیل سے اضلاع نے امتیاز حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزازات ان سب اضلاع کے لئے مبارک فرمائے۔

۱- اوّل - ضلع لاہور
۲- دوم - ضلع خانیوال
۳- سوم - ضلع کراچی
۴- چہارم - ضلع جھنگ
۵- پنجم - ضلع سیالکوٹ
۶- ششم - ضلع ملتان
۷- ہفتم - ضلع سرگودھا
۸- ہشتم - ضلع مظفرآباد
۹- نہم - ضلع قصور
۱۰- دہم - ضلع راولپنڈی

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

اعلان ولادت

مکرم ڈاکٹر سید حمید اللہ نصرت پاشا صاحب مہتمم تحریک جدید مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ۱۰ ر دسمبر ۱۹۹۲ء بروز جمعرات پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بصد شفقت بچی کا نام "ملاحت پاشا" رکھا ہے بچی مکرم سید حضرت اللہ پاشا صاحب کی پوتی اور مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کی نواسی ہے۔

ادارہ خالد ہر دو خاندانوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچی کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر سے نوازے اور دین کا خادم بنائے۔ آمین

Monthly **KHALID** Rabwah

REGD. NO. L. 5830 *Editor. SAYYED MUBASHIR AHMAD AYAZ* APRIL, 1993